وسیلہ اور واسطہ

مصنف

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی

وسیلہ اور واسطہ

مؤلف

ابو الابدال محمد رضوان طاہر فریدی

(فاضل جامعۃ المدینہ، فیضان مدینہ، اوکاڑہ)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب اللہ

نام	وسیلہ اور واسطہ
موضوع	عقائد و معمولات اہل سنت
مؤلف	ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی
ضخامت	75صفحات
سن	1443ھ /2022ء
پیشکش	دارالابدال
	اسلامی جمہوریہ پاکستان

دارالابدال

فہرست مضامین

انتساب

راقم الحروف اپنی اس تالیف کا انتساب مصنف کتب کثیرہ، یادگار اسلاف مفسر اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی فیض احمد اویسی کے نام کرتا ہوں جن کی قلمی کاوشوں نے بندہ کو کافی متاثر کیا اور ان کی عظمت و محبت دل میں بیٹھ گئی۔

آغاز سخن

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ وعلی الک و اصحابک یا حبیب اللہ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔[1]

مفسرین کرام آیت کے اس حصہ (کوئی وہ ہے جسے درجوں بلند کیا) کے تحت فرماتے ہیں: کہ وہ حضور پُر نور سید انبیاء محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں کہ آپ کو بدرجات کثیرہ تمام انبیاء علیہمُ السّلام پر افضل کیا، اس پر تمام امت کا اجماع ہے اور بکثرت احادیث سے ثابت ہے آیت میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس رفعت مرتبت کا بیان فرمایا گیا ہے اور نام مبارک کی تصریح نہ کی گئی۔ اس سے بھی حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کے علو شان کا اظہار مقصود ہے کہ ذات والا کی یہ شان ہے کہ جب تمام انبیاء پر فضیلت کا بیان کیا جائے تو سوائے ذات اقدس کے یہ وصف کسی پر صادق ہی نہ آئے اور کوئی اشتباہ راہ نہ پاسکے، حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کے وہ خصائص و کمالات جن میں آپ تمام انبیاء پر فائق و افضل ہیں اور آپ کا کوئی شریک نہیں بیشمار ہیں کہ قرآن کریم میں یہ ارشاد ہوا کہ درجوں بلند کیا اور درجوں کی کوئی شمار قرآن کریم میں ذکر نہیں فرمائی تو اب کون حد لگا سکتا ہے ان بے شمار خصائص میں سے بعض کا اجمالی و مختصر

1... پارہ 3، سورہ البقرہ، آیت 253

بیان یہ ہے کہ آپ کی رسالت عامہ ہے تمام کائنات آپ کی امت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾

دوسری آیت میں فرمایا:

﴿لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾

مسلم شریف کی حدیث میں ارشاد ہوا خَتَمَ بِي النَّبِيون آیات بینات و معجزات میں آپ کو تمام انبیاء پر افضل فرمایا گیا، آپ کی امت کو تمام امتوں پر افضل کیا گیا، شفاعت کبریٰ آپ کو مرحمت ہوئی، قرب خاص معراج آپ کو ملا، علمی و عملی کمالات میں آپ کو سب سے اعلیٰ کیا اور اس کے علاوہ بے انتہاء خصائص آپ کو عطا ہوئے۔[1]

امت محمدیہ کا شرک سے بری ہونا:

بلا شک و شبہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تمام انبیاء و رُسُل علیہمُ السّلام سے افضل و اعلیٰ ہیں آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے خصائص و کمالات کی کوئی حد و انتہاء نہیں، آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے طفیل آپ کی امت کو بھی دیگر امتوں کے مقابلے میں کئی خصوصیات زیادہ ملی ہیں جن میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت شرک میں مبتلا نہیں ہو گی، اس خصوصیت کو نبی اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زبان اقدس سے اس طرح بیان کیا ہے چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج يوما فصلى على أهل أحد صلاته على الميت، ثم انصرف إلى المنبر فقال: إني فرط لكم وأنا شهيد عليكم، وإني والله لأنظر إلى حوضي الآن، وإني قد أعطيت مفاتيح خزائن الأرض أو مفاتيح

1... خزائن العرفان، تحت الایۃ

الأرض، وإني والله ما أخاف عليكم أن تشركوا بعدي، ولكن أخاف عليكم أن تتنافسوا فيها

رسول اکرم، نور مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شہداء احد کی نماز جنازہ ادا کی، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارا میزبان ہوں گا اور میں تمہارا گواہ ہوں گا اور اللہ کی قسم میں اِس وقت بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے زمین کے خزانوں (راوی کو شک تھا شائید یہ فرمایا تھا) زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور اللہ کی قسم مجھے تمہارے بارے میں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گئے لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ تم دنیاداری میں پھنس جاؤ گئے۔[1]

حضور نبی رحمت، صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو اِس امت کو یہ سرٹیفکیٹ جاری کریں کہ یہ امت شرک میں مبتلا نہیں ہو گی بلکہ شرک سے محفوظ ہے مگر اس کے برعکس وہابی، دیوبندی امت مسلمہ پر شرک کے فتوے لگاتے نہیں تھکتے، ان کم عقلوں کے اندر نہ خوف خدا ہے اور نہ ہی احترام مسلم کا جذبہ، قرون اُولیٰ سے لے کر اب تک یہ امت جن مسائل میں متفق تھی اُن مسائل میں ان لوگوں نے اختلاف کر لیا ہے جن مسائل میں یہ سواد اعظم (اہل سنت و جماعت) سے اختلاف کرتے ہیں، ان میں اختلاف ہی نہیں کرتے بلکہ اپنے مؤقف کو درست قرار دیتے ہیں اور اِس کے علاوہ جو صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان سے لے کر اب تک کے مسلمانوں کا مؤقف ہے اس کو غلط اور گمراہی کہتے ہیں بلکہ جو عقائد، نظریات و مسائل ان کے نظریات سے ہٹ کر ہوں ان پر فوراً شرک و بدعت کا فتوی جڑ دیتے ہیں ان نظریات میں سے ایک وسیلہ اور واسطہ بھی ہے جب بھی کوئی مسلمان وسیلہ یا واسطہ کی بات کرتا ہے تو یہ لوگ لال

1... صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم الحدیث:5855

پیلے ہو جاتے ہیں اور اپنی مشین سے شرک کا فتوی نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیتے ہیں کیونکہ وسیلہ اور واسطہ انہیں توحید کے منافی نظر آتا ہے حالانکہ وسیلہ اور واسطہ توحید کے منافی نہیں بلکہ یہ تعلیمات اسلام کا ایک حصہ ہے اگر یہ توحید کے خلاف ہوتا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کبھی بھی قرآن وحدیث کے ذریعے امت کو اس کی تعلیم نہ دیتے۔

دو وجوہات:

یہ مسئلہ اتنا واضح ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کے اصحاب سے لے کر صدیوں بعد تک کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا اگر کسی نے انکار کیا تو وہابیوں و دیوبندیوں نے کیا، ان کا انکار کرنا دو ہی وجوہات کی بناء پر ہو سکتا ہے۔

اولاً: یا تو یہ لوگ جانتے ہیں کہ وسیلہ اور واسطہ بلکل حق ہے توحید کے منافی نہیں اور ان کا انکار کرنا صرف اور صرف امت کو فرقوں میں بانٹ کر دشمن اسلام کی اعانت کرنا اور اپنی دنیا سنوارنا ہے اگر ایسا ہے تو کس قدر افسوس کی بات ہے کہ حقیقت سے آگاہ ہونے کے باوجود اس سلسلہ میں یہ لوگ مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں اور امت محمدیہ کو مختلف دھڑوں میں بانٹ کر اس کی اجتماعیت کو توڑ کر دشمنان اسلام کو اسلام کے خلاف مدد رہے ہیں اگر ایسا ہے تو روز محشر ان لوگوں کا جو حشر ہو گا اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ یقیناً ان کا یہ عمل بہت ہی گھٹیا اور پیچ سوچ پر دلالت کرتا ہے۔

ثانیاً: دوسری وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ قرآن و سنت کی تعلیم سے نا آشنا ہیں اور قرآن و سنت کے فہم سے محروم ہیں اگر ایسا ہے تو پھر یہ لوگ جاہل اور نا سمجھ ہوئے اور جب بندہ کی یہ حالت ہو کہ وہ خود تعلیمات اسلام کو کماحقہ نہ سمجھ سکے تو وہ عقیدہ توحید کی کیا حفاظت کرے گا اور مسلمانوں کی رہنمائی کیا کرے گا؟ لہٰذا ایسوں کو چاہیے کہ وہ اسلام کے ٹھیکدار نہ بنیں بلکہ

صحابہ کرام، اولیاء عظام نیز اس امت کے جلیل القدر ائمہ و محدثین کے عقائد و نظریات کو اپنائیں، نہ خود گمراہی اختیار کریں نہ مسلمانوں کو گمراہ کریں اسی میں ان کا بھلا ہے۔

مخالفین کی کتب:

راقم الحروف نے پہلی وجہ یہ بیان کی تھی کہ انہوں نے دانستہ حق کو چھپایا ہے اور وسیلہ و واسطہ کا انکار کسی حقیقت پر مبنی نہیں، میرے اس قول پر ان کے بڑوں کی وسیلہ کے جواز پر وہ تحریرات شاہد ہیں جو انہوں نے اپنی کتب میں لکھی ہیں کیونکہ صداقت تو صداقت ہے ظاہر ہو جاتی ہے چاہے کوئی ہو، لہذا ان کتب کے نام بمعہ مصنفین لکھے جاتے ہیں جن کتب میں ان کے بڑوں نے بھی وسیلہ کے جواز کو وضاحتاً یا اشارتاً لکھا ہے۔

1۔ نشر الطیب، مولوی اشرف علی تھانوی

2۔ نیل الشفاء بنعل مصطفی، مولوی اشرف علی تھانوی

3۔ شیم الحبیب، مولوی اشرف علی تھانوی

4۔ صراط مستقیم، مولوی اسماعیل دہلوی

5۔ ہدیۃ المہدی، مولوی وحید الزماں

6۔ تحفۃ الاحوذی، مولوی مبارکپوری

7۔ قصائد قاسمی، مولوی محمد قاسم

کیونکہ زیر نظر تالیف مختصر ہے اس لیے وسیلہ کے جواز پر ان کی عبارات نقل کرنے کی بجائے صرف کتب کے نام پیش کر دیئے ہیں یہ ساری کتب اِن کے اُن اکابر کی ہیں جو ان کے نزدیک ہر حوالہ سے معتبر ہیں اور جنہیں یہ لوگ اپنا رہبر و امام تسلیم کرتے ہیں۔

ہمارا مؤقف اس قدر واضح اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ اس پر انکار کی کوئی گنجائش نہیں اس کی وضاحت ہم آئندہ صفحات میں کریں گئے، اس موضوع پر ہمارے اکابرین

نے بہت کچھ لکھا ہے اور ان کے تمام اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے ہیں اور ان کی تمام طویلوں کا رد کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ وسیلہ اور واسطہ نہ تو توحید کے منافی ہے اور نہ ہی اس کا قائل مسلمان مشرک ہوتا ہے بلکہ وہ مسلمان ہی رہتا ہے اور اس عمل کی برکت سے اس کی حاجات بارگاہ خداوندی سے جلد پوری ہو جاتی ہیں۔

ہٹ دھرمی:

یہ مسئلہ سورج کی طرح اتنا واضح ہے کہ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہر دور کے ائمہ و محدثین نے اپنی اپنی کتب میں اس کا جائز ہونا لکھا ہے، گزشتہ سطور میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ غیر مقلدین و دیوبندیوں کے اکابر نے بھی اپنی کتب میں وسیلہ کے جائز ہونے کو بیان کیا ہے اور کے باوجود بھی انکار کرنا ایسی شدت، ہٹ دھرمی اور مسلکی تعصب ہے کہ جس کا کوئی علاج نہیں اور ان کا یہ رویہ ان کی جہالت اور کم عقلی پر دلالت کرتا ہے۔

یہ لوگ اپنے مؤقف میں جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سر فہرست یہ آیت مبارکہ ہے۔

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُؕ وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰىؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾

ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور والی بنا لیے کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں اللہ ان میں فیصلہ کر دے گا اس بات کا جس میں اختلاف کر رہے ہیں بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو جھوٹا بڑا ناشکرا ہو۔[1]

1... پارہ 23، سورہ الزمر، آیت 23

اس آیت سے وسیلہ کی نفی درست نہیں کیونکہ یہ آیت مسلمانوں کے حق میں نہیں بلکہ کفار و مشرکین کے بارے نازل ہوئی ہے مشرکین و کفار اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے تھے اور بت پرستی کے جھوٹے جواز کے لیے یہ کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گئے اس لیے یہ مشرک ہوئے کہ انہوں نے بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہوئے ان کی عبادت کی۔

اس آیت کے تحت مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی رحمۃُ اللہِ علیہ نے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب کے کفر نہیں فرمایا بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا ہے فرمایا: نَعْبُدُهُمْ ہم اس لیے انہیں پوجتے ہیں، کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے اگر کوئی عیسی علیہ السّلام یا کسی ولی کی عبادت کرے وہ مشرک ہے، الحمد اللہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے۔ وہ کفر اور یہ ایمان، دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زم زم لاتے ہیں وہ مومن کیونکہ مسلمان آب زم زم کی اس لیے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السّلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ شرک ہے آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لیے کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اس لیے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے ان کی تعظیم میں ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے، تفسیر روح البیان شریف میں سورہ احقاف میں

﴿ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ﴾

کی تفسیر میں فرمایا: کہ وسیلہ دو قسم کا ہے وسیلہ ہدیٰ اور وسیلہ ہویٰ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ، نبی و ولی، الہام، وحی ہدایت کا وسیلہ ہے اور بت شیطان وسوسے، گمراہی کے وسیلے ہیں آیت پیش کردہ میں وسیلہ ہویٰ کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت میں مراد ہے۔[1]

منکرین توسل اپنے مؤقف میں جو آیات پیش کرتے ہیں ان میں یہ درج ذیل آیت بھی ہے

﴿ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾

ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔[2]

اِس آیت کو وسیلہ کے ناجائز ہونے پر پیش کرنا پرلے درجے کی کم عقلی ہے کیونکہ یہ آیت منافقین کے بارے نازل ہوئی ہے مسلمانوں کے لیے نہیں اور اس آیت سے پہلے یہ بیان ہوا ہے

منکرین توسل درج ذیل آیت بھی اپنے مؤقف کو درست ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔

﴿ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴾

اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔[3]

اور کہتے ہیں کہ جب وہ ذات بندہ کے اس قدر قریب ہے تو پھر اُس تک رسائی کے لیے نہ وسیلے کی ضرورت ہے اور نہ واسطے کی اور نہ ہی کوئی وسیلہ ہے نہ واسطہ اور جو وسیلہ و واسطہ کا قائل ہے وہ شرک کرتا ہے اور شرک کرنے والا مسلمان نہیں۔

یہ بہت بڑا الزام ہے جو انہوں نے مسلمانوں پر لگایا اور کتنی بڑی جسارت ہے کہ قرون

1... رحمت خدا بوسیلہ اولیاء اللہ، ص47

2... پارہ28، سورہ المنفقون، آیت6

3... پارہ26، سورہ ق، آیت16

اولیٰ کے مسلمانوں سے لے کر عصر حاضر تک کے مسلمانوں کو مشرک قرار دے دیا۔ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق ہر بندے کی شہِ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اس صفت مطلق میں اس کوئی شریک نہیں وہ قادر مطلق ہے ہر چیز کا اس کو علم ہے دلوں کے حالات کو بخوبی جانتا ہے، دلوں کے خطروں اور وسوسوں تک کی اس کو خبر ہے ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا اور بندے کی حاجات کو پورا کرتا ہے، ذہنوں میں اٹھنے والے سوالوں تک کی اس کو خبر ہے کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں، ہر کھلی، چھپی، ہونی اَن ہونی کا جانتا ہے مگر اس کے باوجود وسیلہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وسیلہ کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔[1]

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت کا ذکر ہے کہ وہ اپنی شان کے لائق بندے سے اس کی شہِ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور یہاں بندے کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈے لہذا ہمارا مؤقف بلکل درست ہے کہ وسیلہ اور واسطہ اختیار کرنا بلکل جائز ہے جس پر مندرجہ بالا نص قرآنی شاہد ہے۔

ہم نے وسیلہ کے جواز پر جو آیت پیش کی ہے اس میں چار چیزوں کا بیان ہے

- ایمان

1...پارہ6، سورہ المائدہ، آیت 35

- تقوی
- وسیلہ وواسطہ
- جہاد فی سبیل اللہ

آیت میں سب سے پہلے ایمان کا ذکر کیا گیا جس سے واضح ہے کہ آیت مذکورہ میں حکم صرف اہل ایمان کو ہے بد مذہبوں یا کفار کو نہیں لہذا تقوی اختیار کرنے، وسیلہ ڈالنے اور راہ خدا میں جہاد کرنے کا فائدہ صرف مؤمنین کو ہو گا اور انہی کو ان اعمال پر اجر ملے گا۔

اس آیت میں وسیلہ سے مراد فقط اعمال صالحہ لینا درست نہیں کیونکہ سب سے پہلے ایمان کا ذکر ہوا پھر تقوی کا اور بعد میں وسیلہ کا اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ یہاں وسیلہ سے مراد انبیاء و الیاء اور صالحین ہیں اور جس طرح قرب خداوندی کے لیے ایمان و اعمال صالحہ وسیلہ بنتے ہیں اسی طرح انبیاء و اولیاء بھی بنتے ہیں۔

اور یہ کہنا کہ وسیلہ سے مراد فقط نماز، روزہ زکوۃ اور دیگر اعمال صالحہ ہیں یہ اس لیے بھی درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ نماز، روزہ، اور دیگر اعمال صالحہ کو ڈھونڈا نہیں جاتا بلکہ یہ عبادات اپنے اپنے وقت پر ادا کی جاتی ہیں، نماز فرض ہے تو جس وقت جس نماز کا وقت ہوا اسے ادا کیا جاتا ہے ماہ رمضان شریف کی آمد پر روزے رکھے جاتے ہیں علی ھذا القیاس

آیت مذکورہ میں ایمان والوں کو مخاطب کر کے تین چیزوں کا حکم دیا گیا ہے تو جس طرح باقی دو احکام پر عمل کرنا شرک نہیں اسی طرح وسیلہ اختیار کرنا بھی شرک نہیں۔

توسل کے جواز پر ہماری یہ تالیف دو ابواب پر مشتمل ہے

باب اول: میں یہ بیان کیا جائے گا کہ وسیلہ ڈالنا شرک نہیں بلکہ تعلیمات اسلام کا ایک حصہ ہے اور اس کی تعلیم خود حضور نبی مکرم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے دی ہے

باب دوم: میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جس طرح وسیلہ اختیار کرنا شرک نہیں اسی طرح واسطہ بھی شرک نہیں بلکہ یہ بھی جائز ہے۔

عام طور پر وسیلہ اور واسطہ مترادف الفاظ کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں مگر ان کے درمیان کچھ فرق بھی ہے جسے صاحبان علم خوب جانتے ہیں اور کتب لغت میں اس فرق کو واضح بیان کیا گیا ہے۔

وسیلہ کا لغوی معنی:

الوَاسِلَۃ و الوَسِیْلَۃ

یعنی تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ۔[1]

آسان الفاظ میں یوں کہہ لیں ہر وہ چیز جس کے ذریعے کسی کا قرب حاصل کیا جائے اسے وسیلہ کہتے ہیں۔

واسطہ کا لغوی معنی:

الوَاسِطَۃ: واسطہ کا مؤنث: ذریعہ، سبب، ہار کے بیچ کا عمدہ جوہر

اَوْسَطُ الشَّیِ

دونوں اطراف کے درمیان

اسی طرح دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان صلح کروانے والے ثالث کو بھی الوسیطہ کہتے ہیں۔[2]

واسطہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان رابطہ اور تعلق کا سبب بنے یعنی دو

1... المنجد

2... المنجد

چیزوں کو آپس میں ملانے اور جوڑنے والی ہو۔

بقدر ضرورت ہم نے وسیلہ اور واسطہ کے لغوی معنی بھی بیان کر دیئے ہیں اب ان شاء اللہ آنے والے مضمون کو سمجھنے میں کسی طرح کی دشواری نہیں ہو گئی۔

باب اول
وسیلہ کا ثبوت اور حقیقت

آیات قرآنیہ:

گزشتہ صفحات میں بھی وسیلہ کے جواز پر قرآن مجید کی آیت پیش کی جاچکی ہے اس آیت کو ہم دوبارہ لکھتے ہیں اور اس کے ساتھ مزید ایک آیت اور بھی پیش کرتے ہیں جو ہمارے مؤقف کی تائید کرتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔[1]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾

وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کا بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ کے مقبول بندوں کا یہی طریقہ ہے۔[3]

یہ آیت مقدسہ بھی وسیلہ کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے اس میں فرمایا گیا کہ کفار و مشرکین اللہ کے جن مقبول بندوں حضرت عیسٰی و حضرت عزیز علیہم السّلام اور حضرت مریم

1... پارہ6، سورہ المائدہ، آیت 6

2... پارہ15، سورہ بنی اسرائیل، آیت 57

3... خزائن العرفان، تحت الآیۃ

رضی اللہ عنہا کو پوجتے ہیں یہ تو خود زیادہ سے زیادہ قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اگر وسیلہ شرک اور توحید کے منافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے ان مقبول بندوں کو منع کر دیتا اور اُس کے یہ مقبول بندے بھی کبھی اس فعل کا ارتکاب نہ کرتے یہ آیت واضح بتا رہی ہے کہ وسیلہ جائز ہے اور یہ مقربین بارگاہ الٰہی کا طریقہ ہے اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پیاروں کے اس عمدہ فعل کو بیان کر کے ان کی تعریف کی ہے۔

احادیث نبویہ:

وسیلہ کے جواز پر ہم نے قرآن مجید سے صرف دو آیات نقل کی ہیں اب ہم وہ احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں جن میں وسیلہ کا ثبوت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے بینائی کا لوٹ آنا:

وسیلہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حاجات کو جلد پورا فرما کر ان کی جائز خواہشات کے مطابق ان کو اپنی نعمتوں سے مزید نوازتا ہے نبی مکرم، نور مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بارگاہ الٰہی میں اپنی امتیوں کو اپنا وسیلہ ڈالنے کی تعلیم خود ارشاد فرمائی ہے چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ادْعُ اللَّهَ لِي أَنْ يُعَافِيَنِي فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ فَقَالَ: ادْعُهْ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ، وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَيَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ، وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى، اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ

ایک شخص جس کی نگاہ کمزور تھی نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا (یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) میرے لیے خیر و عافیت کی دعا فرمایئے، آپ

نے فرمایا: اگر تو چاہے تو تیرے لیے دعا کو مؤخر کر دوں جو تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو تیرے لیے دعا کر دوں۔ اُس نے عرض کیا دعا فرما دیجیے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور دو رکعات نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ دعا کرنا

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ، وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى، اللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں، اے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ یہ پوری کر دی جائے، اے اللہ! (نبی مکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی) میرے بارے میں سفارش قبول فرما۔[1]

مستدرک حاکم میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ

فواللہ ما تفرقنا، ولا طال بنا الحديث حتى دخل الرجل وكأنه لم يكن به ضر قط

ابھی ہم وہاں سے اٹھے بھی نہ تھے باتیں کر رہے تھے کہ وہ شخص میرے پاس آیا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ نابینا تھے ہی نہیں۔[2]

کسی کے ذہن میں یہ سوال نہ آئے کہ جس وقت اُس صحابی نے یہ دعا پڑھی تھی اُس وقت حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام ظاہری حیات کے ساتھ موجود تھے اور اب معاملہ ایسا نہیں ہے لہذا اس دعا کا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیات کے بعد پڑھنا درست نہیں۔

1... سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ و السنۃ فیھا، رقم الحدیث:1385، سنن ترمذی، ابواب الدعوات، رقم الحدیث:1504

2... المستدرک، الجزاول، کتاب الدعاوالتکبیر والتسبیح والذکر، رقم الحدیث:707

وسیلہ سے منع کرنے والے اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں ان کا یہ اعتراض کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان حضور علیہ الصّلوٰۃُوالسّلام کی ظاہری حیات کے بعد بھی اس دعا کو اُسی بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق پڑھا کرتے تھے چنانچہ امام طبرانی المعجم الکبیر میں روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی کسی ضرورت کے تحت امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہُ عنہ کے پاس آیا جایا کرتا تھا لیکن حضرت عثمان رضی اللہُ عنہ اس کی طرف التفات نہ فرماتے تھے اور نہ ہی اس کی حاجت میں غور کرتے تھے وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہُ عنہ سے ملا اور اس معاملے کی ان سے شکایات کی، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہُ عنہ نے اسے فرمایا: کہ وضو کرکے مسجد جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھ اور پھر یہ دعا پڑھ

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ، وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتوجه بك إلى ربي فَيَقضي حاجتي

اور اپنی حاجت بیان کر، اُس کے بعد میرے پاس آ تا کہ میں تیرے ساتھ چلوں۔ وہ آدمی چلا گیا اور جو اسے بتایا گیا تھا اس نے کیا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہُ عنہ کے دروازے پر جا کر دستک دی، اندر سے چوکیدار آیا، اُس کا بازو پکڑ کر اندر لے جا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہُ عنہ کے پاس چٹائی پر بٹھا دیا اور کہنے لگا بتا تیری حاجت کیا ہے؟ اس نے اپنی حاجت بتائی جو حضرت عثمان غنی رضی اللہُ عنہ نے پوری فرما دی اور ساتھ ہی فرمایا: مجھے تیری حاجت اس گھڑی تک یاد ہی نہیں اور جب بھی تجھے کوئی حاجت ہو تو ہمارے پاس آ جایا کر (تیری حاجت پوری کر دی جائے گی) پھر یہ آدمی وہاں سے نکلا۔ حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے جب تک آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہُ عنہ سے میرے بارے بات نہیں کی وہ تو میری حاجت پر غور ہی نہیں کرتے تھے اور نہ میری طرف توجہ فرماتے تھے، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہُ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا میں نے ان

سے کوئی بات نہیں کی۔(پھر حضرت عثمان بن حنیف نے نابینا صحابی کا واقعہ سنایا)۔[1]

مہاجرین کے وسیلہ سے فتح:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تعلیم امت کے لیے خود بھی مہاجرین کے وسیلہ سے جنگوں میں فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ

عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَالِدِ بْنِ أُسَيْدٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ

حضرت اُمیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اُسید رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم، نور مجسم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فقرائے مہاجرین کے وسیلہ سے فتح مانگا کرتے تھے۔[2]

حضور تاجدار امام الانبیاء صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا مہاجرین صحابہ کے وسیلہ سے دعا مانگنا تعلیم امت اور مہاجرین کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے تھا اس سے کسی کے ذہن میں ہرگز یہ نہ آئے کہ صحابہ کرام کا مرتبہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے بڑھ کر ہے تبھی آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ان کے وسیلہ سے دعا مانگا کرتے تھے ہم اہل سنت کے نزدیک کوئی صحابی یا ولی نہ کسی نبی کے برابر ہو سکتا ہے اور نہ بڑھ سکتا ہے نہ اعمال میں نہ ثواب میں۔

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہمُ السّلام کا ایک ایک سانس (صحابہ و) اولیاء کی پوری زندگی سے افضل ہے۔[3]

غیر نبی کو نبی سے افضل کہنے والے کا حکم:

حضرت سیدنا ابو الفضل قاضی عیاض مالکی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: ہم ان غالی روافض کی

1... الترغیب والترہیب 1/ 276

2... المعجم الکبیر الجزاول، رقم الحدیث:857

3... کشف المحجوب، ص394

تکفیر میں یقین رکھتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ائمہ رحمھم اللہ انبیاء علیہمُ السّلام سے افضل ہیں۔[1]

حضرت مولانا فضلِ رسول بدایونی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جو کسی ولی کو کسی نبی پر فضیلت دے اُس پر کفر کا اندیشہ ہے بلکہ وہ کافر ہے۔[2]

خلیفہ اعلی حضرت صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: ولی کتنا ہی بڑے مرتبے والا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل بتائے یا برابر بتائے وہ کافر ہے۔[3]

حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ:

ابو البشر حضرت سیدنا آدم علیہ السّلام سے جب اجتہادی خطاء سرزد ہوئی تو انہوں نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت، شفیع امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے توسل سے ان کی حاضری قبول کی۔ اِس طرح رحمت عالمیان، سردار دو جہان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات مبارکہ سے توسل کرنا حضرت سیدنا آدم علیہ السّلام کی مبارک سنت ہوئی۔

امام حاکم نے اس واقعہ کو المستدرك میں حضرت عمر فاروق رضی اللہُ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

لمَّا اقتَرَفَ آدمُ الخطيئةَ، قال: ياربِّ، أسألُكَ بحقِّ محمدٍ إلا غَفَرتَ لِي، فقال اللهُ عزَّ وجلَّ: ياآدمُ، كيف عرفتَ محمدًا ولم أخلُقهُ بعدُ؟ قال: ياربِّ، لأنَّكَ لمَّا خَلَقتَنِي بيدِكَ، ونَفَختَ فيَّ مِن رُوحِكَ، رَفَعتُ رأسي، فرأيتُ على

1... الشفاء، ص557

2... المعتقد المنتقد، ص194

3... بہار شریعت، 1/47

قوائمِ العرشِ مكتوبًا: لا إلهَ إلا اللهُ، محمدٌ رسول الله، فعَلِمتُ أنَّك لم تُضِفْ إلى اسمِكَ إلا أحبَّ الخلقِ إليكَ. فقال اللهُ: صَدَقتَ ياآدمُ، إنَّه لأحبُّ الخلقِ إليَّ، وإذْ سَأَلتَني بحقِّه، فقد غَفَرتُ لك، ولولا محمدٌ ما خَلَقتُكَ

جب حضرت آدم علیہ السّلام سے (اجتہادی) خطاء سرزد ہوئی تو انہوں نے عرض کیا پروردگار میں تجھ سے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ سے درگزر فرما۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تم نے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کیسے پہچان لیا حالانکہ ابھی تو میں نے انہیں تخلیق بھی نہیں کیا؟ حضرت آدم علیہ السّلام نے عرض کیا! اے رب جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے تخلیق کیا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی، میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو عرش کے ہر ستون پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا، میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اسی کا نام ہو سکتا ہے جو تمام مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم علیہ السّلام تو نے سچ فرمایا: مجھے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ وہ ہی محبوب ہیں اب جبکہ تم نے اُن کے وسیلہ سے مجھ سے دعا کی ہے تو میں نے تجھے معاف کر دیا اور اگر محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی تخلیق نہ کرتا۔[1]

حضرت سیدنا آدم علیہ السّلام سب سے پہلے انسان اور سب سے پہلے نبی ہیں انسان کی دعاؤں میں سب سے پہلے جس دعا کو شرف قبولیت حاصل ہوا وہ حضرت سیدنا آدم علیہ السّلام کی یہی دعا تھی اور اِس دعا میں حضرت آدم علیہ السّلام نے قائد المرسلین، خاتم النبیین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وسیلہ بارگاہ خداوندی میں پیش کیا تو اس کی برکت سے مالک کائنات نے حضرت آدم علیہ السّلام کا اپنی بارگاہ میں رجوع لانا قبول فرمایا۔ اگر وسیلہ شرک ہوتا تو اللہ رب العزت

1... المستدرک، الجزالثالث، رقم الحدیث:4228

حضرت آدم علیہ السّلام کو منع فرما دیتا! کہ اے میرے پیارے آدم اس طرح دعا نہ کرو کیونکہ یہ میری توحید کے منافی ہے اور تمہارے لیے زیبا نہیں کہ تم اس عمل کا ارتکاب کرو جو میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو حضرت سیدنا آدم علیہ السّلام کی دعا کو شرف قبولت عطا فرمانا اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اس واقعہ کو اپنے امتیوں کو بیان کرنا اس بات پر شاہد ہے کہ مقربین بارگاہ الٰہی کا وسیلہ ڈال کر دعا کرنا شرک نہیں بلکہ اس عمل کے کثیر فوائد ہیں جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ظاہر ہے۔

قبل از بعثت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہود کا عمل:

رسول **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت سے قبل صرف حضرت آدم علیہ السّلام نے ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وسیلہ بارگاہ خداوندی میں پیش نہیں کیا بلکہ قوم یہود بھی سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے کافروں کے مقابلے میں فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾

اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔[1]

تفاسیر میں اس آیت کے تحت ہے کہ سید انبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول سے قبل یہود اپنی حاجات کے لیے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

یارب ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔

1... پارہ 1، سورہ بقرہ، آیت 89

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ حق کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قبل جہاں میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کا شہرہ تھا اُس وقت بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔[1]

امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: کہ خیبر کے یہودی بنی غطفان سے دشمنی رکھتے تھے اور اہل خیبر شکست کھا جاتے تو وہ اس موقع پر ان الفاظ میں دعا کرتے۔ اے ہمارے خدا ہم تجھ سے اس نبی موعود کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ جس کا نام احمد ہے اور زمانہ آخر میں ہماری رہنمائی کے لیے جس کے ظاہر فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے ہماری مدد کر۔ اُس کے بعد جب مقابلہ ہوتا تو یہودی غالب آتے اور غطفان شکست کھا جاتے۔ لیکن جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ معبوث ہوئے تو ان ہی یہود نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ﴾[2]

قرآن مجید کی یہ آیت اور حدیث مبارکہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ولادت سے قبل بھی لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے تھے اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرتے تھے جب گزشتہ امتوں کے لیے سرکار عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وسیلہ ڈالنا شرک نہیں تھا تو اس امت کے لیے بھی شرک نہیں ہے جن وجوہات کی بناء پر انسان شرک کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے وہ کسی دور میں بھی ہو شرک ہی کہلائے گا ایسا نہیں ہے کہ گزشتہ ادوار میں تو ایک عمل جائز اور بابرکت ہو اور اِس امت کے لیے شرک یا

1... خزائن العرفان، تحت الایۃ

2... الخصائص الکبری، 1/ 28

اِس امت کے لیے کوئی عمل جائز کر دیا گیا ہے جبکہ گزشتہ امتوں کے لیے وہ شرک تھا۔ لہٰذا وسیلہ کو شرک سے تعبیر کرنا درست نہیں۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیات میں صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان کا عمل:

حضور نبی اکرم، نور مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیات میں صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان بارگاہ خداوندی سے اپنی حاجات طلب کرنے کے لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے تھے جب گزشتہ امتیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے کامیابیاں حاصل کر سکتی ہیں اور وہ اس عمل سے خوب برکتیں حاصل کرتی تھیں تو یہ امت بدرجہ اولی اس کی حقدار ہے، اسی بناء پر صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان بارگاہ خداوندی میں تاجدار عرب و عجم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وسیلہ پیش کرنا محبوب سمجھتے تھے، اِس مقدس جماعت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی موجود تھا۔

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾

اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔[1]

اور یہ فرمان خداوندی بھی ان کے علم میں تھا

﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾

مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔[2]

پھر بھی صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے توسل کرتے تھے اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں منع نہیں کیا بلکہ ایک احسن طریقے سے تعلیم دی جیسا کہ گزشتہ صفحات میں حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث میں گزر چکا

1... پارہ26، سورہ ق، آیت16

2... پارہ24، سورہ المومن، آیت60

ہے۔ صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان ہم سے زیادہ دین کا فہم رکھنے والے تھے کیونکہ وہ بارگاہ رسالت مآب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے براہ راست فیض حاصل کرنے والے ہیں اور وہ جانتے تھے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کا بارگاہ خداوندی میں جو بلند مقام ہے اور سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو قرب خداوندی حاصل ہے اس کے وسیلہ سے جب ہم دعا کریں گئے تو اللہ رب العزت اپنے فضل سے ہماری حاجات کو جلد پورا فرما دے گا۔ اگر وسیلہ شرک ہوتا تو صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان بغیر وسیلہ کے دعائیں کرتے اور کبھی بھی اس عمل کے مرتکب نہ ہوتے اور نہ ہی کبھی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر دعا کے لیے عرض کرتے۔

حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیات میں جب کبھی قحط کے آثار ظاہر ہوتے اور بارش نہ ہوتی تو صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان حضور تاجدار کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا کی التجا کرتے۔ اس سلسلہ میں محدثین نے اپنی اپنی کتب میں بالخصوص امام بخاری نے الجامع الصحیح کے باب الاستسقاء میں بڑی ایمان افروز احادیث تحریر کی ہیں ان میں سے ایک ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار، عن أبيه قال:

سمعت ابن عمر يتمثل بشعر أبي طالب:

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه ... ثمال اليتامى عصمة للأرامل

وقال عمر بن حمزة: حدثنا سالم، عن أبيه: ربما ذكرت قول الشاعر، وأنا أنظر إلى وجه النبي صلى الله عليه وسلم يستسقي، فما ينزل حتى يجيش كل ميزاب:

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه ... ثمال اليتامى عصمة للأرامل

وھو قول أبي طالب۔[1]

عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار رضی اللہُ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہُ عنہ کو ابو طالب کے اس شعر کے ساتھ مثال دیتے ہوئے سنا وہ شعر یہ تھا

روشن اور سفید چہرے والے جس کے رخ انور کے وسیلہ سے باران رحمت مانگی جاتی ہے جو یتیموں کے فریادی ہیں اور بیواؤں کو پناہ دینے والے ہیں۔

عمر بن حزم نے کہا ہم کو سالم بن عبد اللہ نے اپنے باپ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہُ عنہ سے بتایا کہ میں جب کبھی شاعر کا یہ شعر یاد کرتا اور میں چہرہ اقدس نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھتا (کہ آپ منبر شریف پر جلوہ افروز ہوتے) باران رحمت کے لیے دعا کرتے اور آپ منبر شریف سے نیچے نہیں اترتے تھے یہاں تک کہ پرنالے خوب اچھی طرح بہنے لگتے اور مذکورہ بالا شعر ابو طالب کا ہے۔

مذکورہ حدیث اور حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی مکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حیات مبارکہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے توسل کیا گیا ہے اور صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان کو جب بھی کبھی دکھ، درد، غم، پریشانی لاحق ہوئی، کسی بھی طرح کی دینی و دنیاوی حاجات ہوئی فرداً ہو یا اجتماعی تو وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے توسل کیا دعائیں کروائیں، سرکار عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اپنے صحابہ کی فریاد رسی کی، اِن کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کیں، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان سے کبھی یہ نہ فرمایا کہ میرے پاس کیوں آتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرو وہ دعائیں سنتا ہے اور اپنے بندوں کی شہ رگ سے

1... الجامع الصحیح للبخاری، ابواب الاستسقاء، رقم الحدیث: 963

بھی زیادہ قریب ہے یہاں میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں بلکہ تم جس جگہ موجود ہو اُدھر ہی دعا کر لیا کرو، وہ مالک کائنات تمہاری حاجات کو پورا کر دیا کرے گا۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایسا کچھ بھی نہ فرمایا بلکہ اپنے غلاموں کے لیے دعائیں کیں اور انہیں توسل کی تعلیم دی ہے۔ وسیلہ کو شرک و ناجائز کہنے والے خود ہی غور کر لیں وہ کیا کر رہے ہیں؟

بعد از ظاہری حیات حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے توسل:

حضور تاجدار عرب و عجم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حیات مقدسہ میں صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان جس طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے توسل کرتے تھے اسی طرح بعد از ظاہری حیات بھی کرتے تھے چنانچہ امام دارمی اپنی مسند میں ابو الجوزاء اَوس بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ

قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا، فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: " انْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوا مِنْهُ كِوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ. قَالَ: فَفَعَلُوا، فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ، وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ-[1]

اہل مدینہ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہُ عنہا سے شکایت کی، سیدہ عائشہ نے فرمایا: تم نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبر مبارک کے پاس جاؤ اور آسمان کی طرف ایک چھوٹا سا سوراخ بنا دو کہ آپ کی قبر مبارک اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ ہو۔ روای کہتے ہیں لوگوں نے ایسا ہی کیا تو اتنی شدید بارش ہوئی کہ گھاس اُگ

---

1 ... مسند دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالی نبیہ بعد موتہ، رقم الحدیث: 93

آئی اور اونٹ اتنے موٹے تازے ہو گئے کہ چربی کی وجہ سے وہ پھول گئے اور اُس سال کو عام الفتق (بارش کا سال) قرار دیا گیا۔

آیت قرآنی:

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔[1]

مفسرین کرام نے اس آیت کے ضمن میں جو کچھ ارشاد فرمایا: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حکم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیات تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ اب بھی ویسے ہی ہے جیسے حیات ظاہری میں تھا۔

ہم یہاں شیخ ابن کثیر کا کلام نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اس آیت کے ضمن میں کیا ہے کیونکہ ابن کثیر منکرین توسل کے نزدیک ہر حوالہ سے معتبر ہے اگر ہمارے اکابر کی نہیں تو اپنے بڑے کی ہی مان لیں۔

شیخ ابن کثیر تفسیر قرآن میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطاکاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آکر استغفار کرنا چاہیے اور خود رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بھی

1... پارہ5، سورہ النساء، آیت 64

عرض کرنا چاہیے کہ آپ ہمارے لیے دعا کیجیے جب وہ ایسا کریں گئے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع فرمائے گا، انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔[1]

شیخ ابن کثیر نے عتبی والی روایت بھی ذکر کی ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ انہوں نے یہ روایت بعد از ظاہری حیات توسل کے جواز پر بطور استشہاد نقل کی ہے۔

ابن کثیر کے کلام سے واضح ہوا کہ ان کے نزدیک بھی بعد از ظاہری حیات توسل جائز ہے اور مزار پُر انوار کے لیے حاجت کے لیے جانا بھی جائز ہے اور یہ بھی جَآءُوْكَ میں شامل ہے۔

حضرت عباس سے توسل:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قُحِطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ فَيُسْقَوْنَ

حضرت عمر بن خطاب جب قحط سالی سے دوچار ہوتے تو حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے باران رحمت طلب کرتے اور فرماتے۔ اے اللہ! ہم (قحط سالی میں) تیرے حضور نبی معظم و مکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وسیلہ لاتے تھے اور تو باران رحمت سے نوازتا تھا اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لے کر آتے ہیں ہم پر باران رحمت نازل فرما۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ان کی دعا کے بعد خوب بارش ہوتی۔[2]

1... تفسیر قرآن، تحت الایۃ،

2... صحیح بخاری، سوال الناس امام الاستسقاء اذا قحطوا، رقم الحدیث:1010

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہُ عنہ نے دعا کی تو اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہُ عنہ نے یوں کہا۔ اے اللہ آسمان سے جب بھی کوئی بلا اور مصیبت اترتی ہے تو کسی گناہ کے سبب ہی اترتی ہے اور توبہ و استغفار سے ہی ٹلتی ہے یہ لوگ یہ جان کر میرا تیرے نبی سے کتنا قریبی تعلق ہے میرے توسل سے تیرے حضور حاضر ہیں۔ یہ ہمارے ہاتھ گناہوں کے اعتراف کے ساتھ تیرے حضور اٹھے ہوئے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ وندامت کے ساتھ جھکی ہوئی ہیں۔

ابھی آپ کی دعا جاری ہی تھی کہ آسمان پر پہاڑوں کی طرح بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش شروع ہونے لگی۔[1]

امام تقی الدین سبکی مزید لکھتے ہیں:

حمزہ بن القاسم الہاشمی نے بغداد میں بارش کے حصول کے لیے یوں کہا

اللهم انا من ولد ذالك الرجل الذي استسقي عمر بن الخطاب فسقو فما زال بتوسل بهذه الوسيلة حتي سقوا.

اے اللہ میں اس شخص کی اولاد سے ہوں جس کے بڑھاپے کے توسل سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہُ عنہ نے بارش طلب کی اور لوگ سیراب ہو گئے۔

حمزہ بن القاسم الہاشمی اس وسیلہ کے ساتھ دعا کرتے رہے یہاں تک کہ باران رحمت کا نزول ہو گیا۔[2]

فقیہ اعظم ہند علامہ شریف الحق امجدی رحمۃُ اللہِ علیہ حضرت عمر فاروق کا حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا کرنے والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

1... شفاء السقام، ص 201

2... شفاء السقام، ص 200

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے فرمایا: کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صالح اور دین دار لوگوں سے اور اہل بیت سے خدا کی بارگاہ میں سفارش طلب کرنا مستحب ہے۔

(مزید آگئے چل کر ارشاد فرماتے ہیں) کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ اہل بیت اور بزرگان دین کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا مستحب ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تصریح کی ہے حضرت عمر رضی اللہُ عنہ کا عمل تمام صحابہ کے مجمع میں ہوا اور سب نے اس پر عمل کیا تو توسل کا مستحب ہونا اجماع صحابہ سے مستحب ہو گیا۔

اس حدیث پر غیر مقلدین اور منکرین توسل یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں توسل سے مراد دعا کی درخواست ہے کہ حضرت عمر رضی اللہُ عنہ نے حضرت عباس سے دعا کی درخواست کی تھی۔

اقول: دوسری روایتوں سے قطع نظر اگر یہ لوگ صرف بخاری کی روایت پر ہی ایمان رکھتے تو ایسی بے تکی بات نہیں کرتے، بخاری کے الفاظ پر ایک نظر ڈالیں، حضرت عمر عرض کرتے ہیں: إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ... الحدیث، حضرت عمر بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کرتے ہیں، اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کو وسیلہ بناتے تھے اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ لاتے ہیں ہمیں سیر اب فرما، یہ عرض اللہ کی بارگاہ میں ہے حضرت عباس کی خدمت میں نہیں، اس میں صاف صاف تصریح ہے کہ اے اللہ ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ لاتے ہیں ہم کو سیر اب فرما۔ یہ عرضداشت اللہ کی بارگاہ میں ہے حضرت عباس کے وسیلے سے، پھر یہ کہنا کہ توسل سے یہاں مراد دعا کی درخواست ہے۔ (یہ) ابلہ فریبی اور حدیث کی تحریف معنوی نہیں تو اور کیا ہے، دوسرے طرق میں جو دعا کے کلمات مروی ہیں ان میں بھی تقریباً یہی مضمون ہے۔

کبھی ان میں سے کچھ یہ کہہ دیتے ہیں کہ زندہ کا توسل درست ہے مردے کا شرک۔

اقول: اولاً اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دنیوی، جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، تو یوں بھی حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے توسل درست ہوا اور یہ کہنا کہ اگر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے توسل اب بھی جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہُ عنہ نے حضور ہی سے کیوں توسل نہیں کیا، حضرت عباس سے کیوں کیا۔؟

یہ پہلی سے بھی بڑی جہالت ہے اگر کسی کام کے چند طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اس کی دلیل نہیں کہ دوسرے طریقے غلط ہیں خصوصاً جب اختیار کردہ طریقے میں کوئی خاص فائدہ ہو یہاں بجائے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حضرت عباس سے توسل میں ایک اہم فائدہ مقصود تھا، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے توسل کا استحباب سب کو معلوم تھا، ہو سکتا ہے کسی کو وہم ہوتا کہ غیر نبی سے توسل حرام ہے، تو حضرت عمر نے حضرت عباس کو وسیلہ بنا کر بتا دیا کہ غیر نبی سے توسل اسی طرح مستحب ہے جیسے انبیاء کرام سے ہے، ثانیاً علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور علامہ احمد خطیب قسطلانی نے المواھب اللدنیہ میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے خازن مالک واری کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو ایک صاحب نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمایئے لوگ ہلاک ہو گئے، ایک صاحب کے خواب میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور فرمایا، عمر سے جا کر کہدو عنقریب بارش آئے گی۔ سیف نے الفتوح میں لکھا ہے کہ یہ صاحب حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہُ عنہ تھے اس حدیث کو علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اور علامہ احمد بن خطیب قسطلانی نے المواھب اللدنیہ میں صحیح کہا ہے، اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ، جلد ہادی عشر میں روایت

کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین میں الاستعیاب کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث صحیح سے ثابت کہ کبھی کبھی صحابہ کرام مزار اقدس حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر حاضر ہو کر حضور سے بھی استعانت کرتے تھے، اس سے ثابت ہو گیا کہ بارگاہ اقدس کے خواص کے مزارات پر طلب حاجات کے لیے حاضری صحابہ کرام کی سنت ہے اور یہ تو ثابت ہی ہے کہ بعد وصال صحابہ کرام حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے، حل مشکلات کے لیے درخواست کرتے اس لیے یہ کہنا کہ بعد وصال حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے توسل حرام یا شرک ہے، اس حدیث صحیح کا رد ہے۔[1]

اعمال صالحہ کا وسیلہ:

جس طرح انبیاء و مرسلین علیہمُ السّلام اہلبیت و اولیاء صالحین کا وسیلہ بارگاہ خداوندی میں پیش کرنا جائز ہے اسی طرح اعمال صالحہ کا بھی جائز ہے اور اس کے جواز کے منکرین توسل بھی قائل ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری اور امام مسلم بن حجاج قشیری اپنی اپنی صحیح میں تین اشخاص کے واقعہ پر مشتمل ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کر کے دعائیں کی گئیں، امام مسلم نے تو اس حدیث کو روایت کرنے سے قبل اس نام سے باب باندھا ہے

قصة اصحاب الغار الثلاثة و التوسل بصالح الاعمال

غار کے تین ساتھیوں کا واقعہ اور نیک اعمال کا وسیلہ اختیار کرنا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہُ عنہ نبی مکرم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا

1... نزھۃ القاری، 2/612

فرمان نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی کہیں جارہے تھے کہ انہیں بارش نے آلیا، وہ ایک پہاڑ میں موجود غار کی پناہ میں آگئے، پہاڑ (کی چوٹی) سے ایک پتھر گر کے ان کے غار کے منہ پر آگیا اور یہ لوگ بند ہوگئے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تم نے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے جو نیک اعمال کیے تھے انہیں یاد کرو اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری یہ مصیبت دور کر دے۔

پہلے شخص: نے خدمت والدین کے عمل کو جو اس نے رضائے الٰہی کے لیے کیا تھا کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے یوں عرض کی۔

فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ

اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا کے حصول کے لیے کیا، اگر ایسا ہے تو تو ہمیں اتنی کشادگی عطا کر ہم آسمان دیکھ سکیں۔

جیسے ہی اس نیک بندے کی دعا ختم ہوئی تو فوراً ہی وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا اور آسمان نظر آنے لگا مگر وہ رستہ اتنا کم تھا کہ کوئی گزر نہیں سکتا تھا، پھر

دوسرے شخص: کو اپنے چچا کی لڑکی سے مجازی محبت تھی جس کی بناء پر وہ بدکاری کرنے لگا تو محض خوف خداوندی سے اُس نے اپنے آپ کو اس فعل بد سے محفوظ رکھا اور یوں عرض گزار ہوا۔

فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَامنها

اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سب تیری رضا کے حصول کے لیے کیا تھا تو ہمیں کشادگی عطا کر۔

جیسے ہی اس دوسرے شخص نے اپنے اس عمل کے وسیلہ سے دعا کی تو پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا

مگر اب بھی اتنا راستہ نہیں بنا تھا کہ کوئی شخص گزر سکے، پھر

تیسرے شخص: نے اپنی صداقت و دیانت اور ادائیگی امانت کے عمل کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے کہا:

فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ مابقي

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا کے حصول کے لیے کیا تھا تو ہمیں باقی ماندہ کشادگی بھی عطا کر دے۔[1]

فقراء کے وسیلہ سے رزق کا عطا ہونا:

وہ فقراء جو اپنی زندگی کو گناہوں سے بچاتے ہوئے نیک اعمال میں گزارتے ہیں یہ اللہ کے ایسے محبوب بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے وسیلہ سے اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے۔

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رَأَى سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ، فَقَالَ رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَا بِضُعَفَائِكُمْ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ انھیں دوسروں پر فضیلت ہے تو رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم اپنے ضعیف لوگوں کے باعث مدد کیے جاتے ہو اور روزی دیئے جاتے ہو۔[2]

ہم نے اس باب میں وسیلہ کے جواز پر تین آیات اور بارہ احادیث نقل کی ہیں جو وسیلہ کے جائز ہونے پر ایسی مضبوط دلیلیں ہیں کہ منکرین توسل کے پاس ان کے خلاف کوئی جواب

1... صحیح مسلم، کتاب الرقاق، رقم الحدیث: 6821

2... مشکاۃ المصابیح، الجزالثانی، کتاب الرقاق، رقم الحدیث: 5001

نہیں ہے سوائے ہٹ دھرمی کے اور یہ ایسا لاعلاج ناسور ان کو چمٹا ہوا ہے کہ اللہ کی پناہ۔

حاصل شدہ فوائد:

اب ہم ان آیات و احادیث سے حاصل ہونے والے فوائد کو مختصراً بیان کرتے ہیں

1) آیت اول میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم ہے۔

2) آیت ثانی میں بیان ہوا کہ نیک بندوں کا بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز ہے اور یہی مقبولان بارگاہ الٰہی کا طریقہ ہے۔

3) تیسری آیت میں یہ بیان ہوا کہ قوم یہود حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تو انہیں اس عمل کی برکت سے کامیابی سے ہمکنار کر دیا جاتا تھا۔

4) حدیث اول سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کی تعلیم خود حضور نبی مکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دی ہے نیز وسیلہ کی تعلیم امت کو دینا سنت ہے اور ہمارے اکابرین اِس مقدس سنت پر عمل کرتے ہوئے ہی اِس امت کو وسیلہ کی تعلیم دیتے ہیں۔

5) تیسری اور آٹھویں حدیث سے پتا چلا کہ صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان صرف حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کی حیات میں ہی نہیں بلکہ بعد از ظاہری حیات بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وسیلہ بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے تھے اور الحمد اللہ ہم اہل سنت کا عمل صحابہ کرام کے طریقے پر ہے۔

6) چوتھی حدیث سے ثابت ہوا کہ صالحین و مقربین بارگاہ الٰہی کا وسیلہ پیش کرنا خود ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے اور الحمد اللہ ہم اسی طریقے پر عمل پیرا ہیں۔

7) پانچویں اور چھٹی حدیث سے پتا چلا کہ امام الانبیاء، خاتم الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ کا وسیلہ بارگاہ خداوندی میں پیش کرنا ابو البشر حضرت آدم علیہ السّلام اور قوم یہود کا طریقہ تھا جو کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں نہایت ہی مقبول تھا۔

8) ساتویں حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان کو جب کبھی کوئی دینی یا دنیاوی حاجات پیش آتی وہ بارگاہ رسالت مآب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے توسل کرتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دعائیں کرواتے۔ الحمد اللہ ہم اہل سنت کا طریقہ عین صحابہ کرام کے طریقے کے مطابق ہے کہ ہم بھی اولیاء وصالحین سے دعائیں کروانے کے لیے ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں جو کہ شرک نہیں بلکہ تعلیمات اسلام کا ایک حصہ ہے۔

9) نویں اور دسویں حدیث سے ثابت ہوا کہ صالحین کا وسیلہ ڈالنا حضرت عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان کی سنت ہے نیز صحابہ کا اس عمل پر اجماع ہے جیسا کہ اس کی شرح میں گزرا اور تابعین بھی صحابہ کرام کے طریقے پر تھے۔

10) گیارہویں حدیث سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا وسیلہ ڈالنا بھی جائز ہے۔

11) بارہویں حدیث سے ثابت ہوا کہ فقراء صالحین کے وسیلہ سے مخلوق کو رزق ملتا ہے۔

صحابہ کرام اور محدثین کا عقیدہ:

زیر نظر تالیف میں موجود جن احادیث کو صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان نے روایت کیا یا جن کا ان احادیث میں نام موجود ہے وہ صحابہ کرام اور ان احادیث کو روایت کرنے والے محدثین کے اسماء کی فہرست ملاحظہ کریں۔

- امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق
- ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ

- حضرت سیدنا عباس
- حضرت سیدنا ابوہریرہ
- حضرت سیدنا عثمان بن حنیف
- حضرت سیدنا مصعب بن سعد
- حضرت سیدنا اُمیہ بن خالد
- حضرت عبد اللہ بن دینار
- حضرت سیدنا ابن عباس
- حضرت انس بن مالک
- حضرت عبد اللہ بن عمر
- حضرت بلال بن حارث مزنی

اور محدثین میں

- حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری
- حضرت امام مسلم بن حجاج قشیری
- حضرت امام محمد بن عیسی ترمذی
- حضرت امام محمد بن یزید ابن ماجہ
- حضرت امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی
- حضرت امام محمد بن عبد اللہ حاکم
- حضرت امام زکی الدین عبد العظیم منذری
- شیخ محمد بن عبد اللہ تبریزی
- شیخ الاسلام امام تقی الدین سبکی

مذکورہ بالا اسماء میں موجود صحابہ کرام اور ان کے علاوہ دیگر تمام صحابہ کرام کے نزدیک بارگاہ خداوندی میں انبیاء علیہمُ السّلام اور اولیاء صالحین کا وسیلہ پیش کرنا جائز تھا اسی لیے تو وسیلہ کے جواز پر ان سے احادیث مروی ہیں جبکہ عدم جواز پر کوئی روایت نہیں ہے اور اس کے علاوہ محدثین کا ان روایات کو اپنی اپنی کتب میں نقل کرنا اس بات پر شاہد ہے کہ ان کے نزدیک بھی وسیلہ جائز اور مستحسن عمل تھا اور الحمد اللہ ہم اہل سنت کا عقیدہ صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان اور محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقیدے پر ہے۔

منکرین توسل سے سوال:

منکرین توسل جو وسیلہ کو شرک سے تعبیر کرکے مسلمانوں کو مشرک بناتے ہیں ان سے ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کیا صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور دیگر مقربین بارگاہ الٰہی کا وسیلہ ڈال کر شرک کیا ہے؟ کیا حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (نعوذ باللہ) صحابہ کرام کو شرک کی تعلیم دی ہے اور صحابہ کرام نے شرک کی تبلیغ کی ہے؟ کیا ان جلیل القدر محدثین نے اپنی اپنی کتب میں شرک پر مبنی روایات کو نقل کیا اور ابواب باندھے ہیں؟ اگر یہ شرک ہے تو پھر کن کو معتبر مانا جائے گا اور کن پر اعتبار کیا جائے گا؟

باب دوم
واسطہ کا ثبوت اور حقیقت

وسطہ کی حقیقت:

وسیلہ کی طرح واسطہ بھی شرک نہیں اور نہ ہی واسطہ اختیار کرنے سے مسلمان مشرک ہوتا ہے بلکہ واسطہ کی ضرورت اس قدر زیادہ ہے کہ اس کے بغیر کوئی انسان دائرہ توحید میں داخل ہو ہی نہیں سکتا جو کوئی بھی معرفت یا قرب خداوندی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ واسطہ رسول اختیار کرے، حضور نبی اکرم، شہنشاہ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت و نبوت کی دل سے تصدیق کرتے ہوئے اپنی زندگی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و اتباع میں گزارے، جب وہ اس طرح کرے گا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر قرب خداوندی کا گوہر نایاب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، اس کے برعکس اگر وہ واسطہ رسالت کو اختیار کیے بغیر معرفت خداوندی حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ اُس کی خام خیالی ہے، اِس واسطہ کو اختیار کیے بغیر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرے گا اور آخر اُس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

یاد رہے واسطہ دو طرح کا ہے

1: واسطہ شرکیہ

2: واسطہ شرعیہ

واسطہ شرعیہ کی طرح واسطہ شرکیہ بھی ہوتا ہے اور واسطہ شرکیہ وہ ہے جو کفار و مشرکین اپناتے ہیں اور واسطہ شرعیہ وہ جس پر مسلمان عمل پیرا ہیں، واسطہ شرکیہ اختیار کرنے انسان مشرک ہو جاتا ہے جبکہ واسطہ شرعیہ اختیار کرنے سے مسلمان قرب خداوندی اور رضائے الٰہی کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔

اب ہم ان دونوں کی مختصر وضاحت کرتے ہیں

واسطہ شرکیہ:

واسطہ شرکیہ یہ ہے کہ انسان قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے واسطہ رسالت کو چھوڑ کر کسی اور واسطہ کو اختیار کرے اور وہ اس واسطہ کی پرستش (یعنی عبادت) بھی کرتا ہو اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ پرستش کرنے والا اس واسطہ کی پرستش قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے کرے یا اس نیت سے کرے کہ وہ جس کی پرستش کر رہا ہے وہ بارگاہ خداوندی میں اس کی پرستش کرکے اسے عذاب آخرت سے بچالے گا یا کوئی اور وجہ ہو بہر حال پرستش کا جھوٹا جواز جو بھی ہو یہ شرک ہی کہلائے گا، اس واسطہ کو مشرکین مکہ اپنائے ہوئے تھے اور وہ بتوں کی عبادت کرتے ہوئے یہ کہا کرتے تھے کہ ہم ان کی (یعنی لات وعزٰی بتوں وغیرہ) کی عبادت اِس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب کر دیں گئے، قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں ہے۔

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾

ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور والی بنالیے کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں اللہ ان میں فیصلہ کر دے گا اس بات کا جس میں اختلاف کر رہے ہیں بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو جھوٹا بڑا ناشکرا ہو۔[1]

عبادت کی مستحق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے غیر اللہ کی عبادت کا ذرہ بھر بھی کوئی جواز نہیں اس لیے قرآن نے مشرکین کے باطل عقیدہ و اقوال کا رد کر دیا ہے۔

1... پارہ 23، سورہ الزمر، آیت 3

الحمد اللہ مسلمان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کسی کی بھی پرستش نہیں کرتے بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو عبادت کا مستحق جانتے ہوئے اسی کی عبادت کرتے ہیں، غیر اللہ کی عبادت کا تصور بھی مسلمانوں کے ذہنوں میں نہیں ہے اور مذکورہ آیت کریمہ مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے اس کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا اور یہاں غیر اللہ سے انبیاء و اولیاء کی ذات مراد لینا ان منکرین وسائط کی بہت بڑی حماقت ہے۔

واسطہ شرعیہ:

ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایک لاشریک مانتا ہوا اس کی عبادت کرے اور تخلیق انسانی کا مقصد بھی یہی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾

اور میں نے جِنّ اور آدمی اتنے ہی (اسی لئے) بنائے کہ میری بندگی کریں۔[1]

وہ بندہ مومن جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوئے اُس کی رضا و قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے وسائط شرعیہ کو اختیار کرنا لازم ہے وہ اپنے مقصد میں تب ہی کامیاب ہو گا جب وسائط شرعیہ کو اپنائے گا، یاد رہے وسائط شرعیہ فرض، واجب، نفل اور مستحب کا درجہ رکھتے ہیں اور وسائط شرعیہ کی تقسیم دو طرح سے کی گئی ہے۔

1: واسطہ ذات مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

2: واسطہ اعمال صالحہ

واسطہ ذات مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

خاتم الانبیاء، رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات مبارکہ بندہ اور خالق کے

1 ... پارہ 27، سورہ الذریت، آیت 56

درمیان واسطہ عظمیٰ ہے جب تک انسان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دامن سے وابستہ نہ ہو جائے اس وقت تک وہ صراط مستقیم پر گامزن نہیں ہو سکتا اور نہ قرب خداوندی حاصل کر سکتا ہے۔

امام مجدد الف ثانی کا فرمان:

امام مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: کہ حقیقت محمدیہ علیہ السّلام ظہور اول ہے اور بایں معنی حقیقت الحقائق ہے کہ دوسری حقیقتیں خواہ وہ انبیاء کرام کی ہوں یا فرشتوں کی، آپ کے سایوں کی طرح ہیں اور آپ حقائق کی اصل ہیں۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ہمارا نور پیدا فرمایا اور یہ بھی فرمایا ہمیں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا اور مومن ہمارے نور سے پیدا کیے گئے لہٰذا لازم بات ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسط ہیں اور آپ کے واسطہ کے بغیر کسی کا مطلوب تک پہنچنا محال ہے اس لیے آپ نبی الانبیاء والمرسلین ہیں اور آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اس لیے اولو العزم انبیاء نبی ہونے کے باوجود آپ کے تابع ہونے کا خواں تھے اور آپ کی امت میں داخل ہونے کی آرزو رکھتے تھے۔ (1)

علامہ نور بخش توکلی کا قول:

پروفیسر علامہ محمد نور بخش توکلی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: کہ حضور رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ابتداء آفرینش سے تا قیامت واسط و وسیلہ و ذریعہ ہیں چنانچہ خلق عالم میں آپ ہی واسطہ تھے، عالم ارواح میں انبیاء کی روحوں نے جو علوم و معارف حاصل کیے وہ آپ ہی کے واسطہ و ذریعہ سے کیے، اس عالم میں انبیاء کرام کو جو مشکلات پیش آئیں اور جو انعامات

1 ... انظر، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم

الٰہی ان پر ہوئے ان مشکلات کا حل اور ان انعامات کا حصول آپ ہی کے وسطہ سے تھا دنیا میں وجود عنصری کے ساتھ تشریف لانے میں خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔

آپ کا ارشاد مبارک ہے دیتا خدا ہے بانٹتا میں ہوں

صحابہ کرام قضاءحاجات کے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ ہی کا واسطہ پیش کیا کرتے تھے، وفات شریف کے بعد بھی زمانہ صحابہ کرام سے آج تک ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے اور تا قیامت رہے گا، عرصہ قیامت میں تمام اُمتوں کی مشکل کا حل آپ ہی کے واسطہ سے ہوگا۔[1]

ابن تیمیہ کا قول:

اِس حقیقت کو ابن تیمیہ نے بھی قبول کیا ہے کہ انبیاء علیہمُ السّلام خالق اور بندوں کے درمیان واسطہ ہیں چنانچہ لکھتا ہے عقلمند کو چاہیے کہ وہ اس حقیقت سے آگاہ رہے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے دین کا قیام انبیاء کرام علیہمُ السّلام کے واسطہ سے ہے اگر انبیاء ورسل نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی بندگی اختیار نہ کی جاتی اور لوگ اللہ کی بہ کثرت بلند صفات اور اسمائے حسنٰی سے آگاہ نہ ہوتے نہ کرہ ارض پر اس کی شریعت کا وجود ہوتا۔[2]

وسیلہ اور واسطہ کا انکار کرنے والے ہمارے اکابرین کی نہیں تو اپنے مسلکی پیشوا کی ہی مان لیں یا پھر ایک شرک کا فتوی اس پر بھی لگا دیں اور بعد میں مسلمانوں کی طرف آئیں۔ غیرت اور شرم وحیاء نام کی کوئی چیز نہیں ہے اس فرقے کے اندر ایک طرف تو ابن تیمیہ کو اپنا روحانی اور علمی باپ مانتے ہیں دوسری طرف اس کے نظریات پر توجہ نہیں دیتے یا تو ابن تیمیہ کو اپنا امام تسلیم کرنا چھوڑ دیں اور اس پر بھی شرک کا فتوی لگا دیں کیونکہ وہ بھی خالق اور مخلوق کے

1... سیرت رسول عربی، ص855

2... الصارم المسلول، ص246

درمیان انبیاء ورسل کو وسیلہ اور واسطہ مانتا ہے یا پھر تسلیم کرلیں کہ کرہ ارض پر اللہ تعالیٰ کے دین کا قیام انبیاء ورسل عظام کے واسطہ سے ہے اور واسطہ شرک نہیں۔

اب درج ذیل سطور میں ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصراً وضاحت کرتے ہیں کہ رب اور بندوں کے درمیان انبیاء کرام اور رُسل عظام کے واسطہ سے ہی تعلق بحال ہوتا ہے اور ہمارے نبی مکرم، رسول محتشم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ واسطہ عظمیٰ ہیں۔

تخلیق کائنات اور واسطہ نور محمدی ﷺ:

اللہ تعالیٰ کی ذات قادر مطلق ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا فرماتا ہے کہ کُنْ تو وہ ہو جاتی ہے اگر وہ چاہتا تو اس کائنات کو ایک لمحہ سے بھی پہلے بنا دیتا مگر اس نے چھ دنوں میں زمین و آسمان کی تخلیق کی اور اِس میں بھی اس کی بے شمار حکمتیں تھیں اور اس کائنات کو بواسطہ نور مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تخلیق کیا۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں حضرت جابر رضی اللہُ عنہ سے روایت کیا اور اِن کے علاوہ اس امت کے جلیل القدر محدثین نے اس حدیث کو اپنی اپنی معتبر کتب میں نقل کیا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہُ عنہ نے رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، جملہ اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو شے پیدا کی ہے مجھے اس کی خبر دیجیے۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے جملہ اشیاء سے پہلے اپنے نور (کے فیض) سے تمہارے نبی کا نور پیدا کیا... پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ مخلوق کو پیدا کرے تو نور محمدی کو چار اجزاء پر تقسیم کیا، اس نور کے اول جز سے قلم پیدا کیا، اس کے دوسرے جز سے لوح پیدا کی، اس کے تیسرے جز سے عرش پیدا

کیا......۔[1]

ہم اس مختصر تالیف میں نوری محمدی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حوالہ سے دیگر روایات اور اِن کے ضمن میں علماء امت کی ایمان افروز تشریحات بیان کرنے عاجز ہیں کہ یہاں اس کی گنجائش نہیں، ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بواسطہ نور مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تخلیق کیا ہے اور ہمارا یہ موٴقف اس مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے۔

وجہ تخلیق کائنات:

لیکن ساتھ ہی یہ بھی پڑھتے جایئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو کیوں سجایا؟

حضرت سلمان فارسی رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو میں نے آپ کو اپنا حبیب بنایا ہے میں نے کوئی ایسی شئے تخلیق نہیں کی جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ معزز ہو میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لیے تخلیق کیا ہے تاکہ انہیں آپ کی اس رفعت و عظمت کی پہچان کراؤں جو میری بارگاہ میں ہے اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو میں دنیا کو ہی پیدا نہ کرتا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہوتے تو میں زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا، میں طول و عرض کی تخلیق نہ کرتا، میں کسی کو جزاء اور سزا نہ دیتا، میں جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہ ہوتے تو میں سورج اور چاند کو پیدا نہ کرتا۔[2]

1... المصنف، الجزاول، رقم الحدیث:18

2... انظر، حجۃ اللہ علی العالمین، الجزاول،

عالم ارواح اور واسطہ محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

عالم ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہمُ السّلام کے سروں پر نبوت کا تاج سجایا اور ان سے یہ عظیم عہد لیا کہ جب میرا محبوب تمہاری حیات کے اندر ہی دنیا میں تشریف لے آئے تو تم ان پر ایمان بھی لاؤ گئے اور ان کی مدد بھی کرو گئے،اِس مجلس میں انبیاء کرام علیہمُ السّلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو بھی عہد ہوا، انبیاء کرام کو خالق کائنات سے گفتگو کا شرف حاصل ہوا اور ان کو جو نبوت کی عظیم نعمت ملی یہ سب کچھ بواسطہ مصطفے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ملا ہے۔

اس میثاق کو قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ﴾

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔[1]

حضرت آدم علیہ السلام اور واسطہ سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السّلام کو تخلیق کیا اور آپ کو نبوت کی عظیم

1... پارہ3، سورہ آل عمران، آیت 81

نعمت سے سرفراز فرمایا، تمام حقائق اشیاء کا علم عطا کیا اور مسجود ملائکہ بنایا تو ان فضیلتوں سے نوازنے کے بعد آپ کو جنت میں ٹھہرایا، مگر حضرت سیدنا آدم علیہ السّلام اپنے اجتہادی فعل کے سبب زمین پر تشریف لے آئے، ان تمام واقعات کو قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، زمین پر تشریف لانے کے بعد حضرت سیدنا آدم علیہ السّلام کا اللہ تعالیٰ سے جو تعلق بحال ہوا وہ بواسطہ حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہوا ہے۔اس سلسلہ میں باب اول میں ہم المستدرك کے حوالے سے حدیث نقل کر چکے ہیں یہاں دوبارہ نقل کرنے کی حاجت نہیں صرف اشارہ کافی ہے۔

ختم نبوت بواسطہ سید الکائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شیطان لعین سے بچا کر انہیں صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے محض اپنے فضل و کرم سے انبیاء کرام علیہمُ السّلام کو مبعوث فرمایا۔اِن انبیاء کرام علیہمُ السّلام نے نہایت ہی احسن انداز اور پوری دیانت داری سے احکامات الٰہیہ کو لوگوں تک پہنچایا، انسانوں کو اچھائی و برائی، اور جنت و جہنم کے راستے سے آگاہ کیا، حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک انبیاء کرام علیہمُ السّلام اور رسل عظام مختلف قوموں کی طرف مبعوث ہوتے رہے یہاں تک کہ سب سے آخر میں ہمارے نبی مکرم، رسول محتشم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ساری کائنات کی طرف رسول بن کر تشریف لائے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے واسطہ سے سلسلہ نبوت ختم کر دیا اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے پر متعدد قرآنی آیات اور احادیث نبویہ شاہد ہیں جن میں سے ہم یہاں صرف ایک آیت اور دو احادیث نقل کرتے ہیں

آیت قرآنی:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾

محمّد تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (1)

یعنی آخر الانبیاء کہ نبوت آپ پر ختم ہو گئی آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نازل ہوں گئے تو اگرچہ نبوت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعت محمدیہ پر عامل ہوں گئے اور اسی شریعت پر حکم کریں گئے اور آپ ہی قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گئے، حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا آخر الانبیاء ہونا قطعی ہے نص قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحہ کی بکثرت احادیث جو حد تواتر تک پہنچتی ہیں ان سب سے ثابت ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سب سے پچھلے نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختم نبوت کا منکر اور کافر خارج از سلام ہے۔

احادیث نبویہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ.

1... پارہ22، سورہ احزاب، آیت40

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کی مثال ایسے شخص کی ہے جس نے نہایت خوبصورت مکان بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اور لوگوں نے اس کے ارد گرد پھرنا شروع کیا اور تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبین ہوں۔[1]

محمد بن جبير بن مطعم ، عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: « أنا محمد، وأنا أحمد، وأنا الماحي الذي يمحى بي الكفر، وأنا الحاشر الذي يحشر الناس على عقبي، وأنا العاقب والعاقب الذي ليس بعده نبي .

محمد بن جبیر اپنے والد (حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں میں وہ ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ میرے ذریعے کفر کو مٹا دیا جائے گا اور میں وہ حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں کہ لوگوں کا حشر (یعنی روز قیامت) میرے بعد (یعنی میری بعثت کے بعد) ہو گا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔[2]

اعلان توحید اور واسطہ حبیب:

جب کفار نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ذات باری تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے سوالات کیے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور ذات و صفات سے بندوں کو آگاہ کرنے کے لیے سورہ اخلاص کی صورت میں ایک اعلان کیا مگر اس اعلان کو براہ

1... صحیح بخاری، باب خاتم النبیین، رقم الحدیث:3535

2... صحیح مسلم، باب فی اسمائہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث:2354

راست نہیں بلکہ لفظ قُلْ کے ساتھ اپنے حبیب مکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے واسطہ سے کیا، اگر وہ چاہتا تو اس اعلان کو کلمہ قُلْ کے بغیر بھی کر سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ پسند کیا کہ بندے جب میری ذات وصفات کے متعلق معرفت حاصل کریں اور توحید کی گواہی دیں تو میرے حبیب صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے واسطہ سے دیں، اس لیے اعلان توحید سے قبل کلمہ قُلْ فرمایا: کہ اے محبوب آپ میری ذات و صفات کے متعلق بیان فرما دیجیۓ تاکہ میرے بندے آپ کے واسطے سے ہی میرے معرفت حاصل کریں اور جب شہادت توحید دیں تو آپ پر اعتماد کرتے ہوئے دیں۔

جب مالک کائنات اپنی توحید کا علان کلمہ قُلْ ارشاد فرما کر اپنے حبیب صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے واسطے سے کرتا ہے تو بندے کون ہوتے ہیں کہ سرکار صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے واسطہ کو چھوڑ کر براہ راست اللہ رب العزت سے ناطہ جوڑتے پھریں اور گلی گلی واسطہ رسالت کے بغیر درس توحید دیتے پھریں۔

محبت الٰہی اور واسطہ سید الانبیاء ﷺ:

بندے کا اپنی تمام تر عبادات و اطاعت بجالانے کا مقصد قرب خداوندی اور رضائے الٰہی حاصل کرنا ہے، ایک انسان کے لیے یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ وہ اس منصب پر فائز ہو کہ اس کارب اس سے محبت کرے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بندہ اپنے رب کی محبت حاصل کرنے میں کیسے کامیاب ہو کیا اسے کسی خاص طریقے کے مطابق چلنا ہو گا یا وہ جس طرح چاہے عمل کرے؟

تو اس سوال کو حل کرنے کے لیے قرآن مجید فرقان حمید نے ہماری مدد کی اور ہمیں رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے اور فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا، جب ہم حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گئے اور اس واسطہ عظمیٰ کو اختیار کرتے

ہوئے احکامات الٰہیہ کی بجا آوری کریں گئے تو ہمیں محبت الٰہی کی عظیم نعمت ملے گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾

اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

تفاسیر میں ہے کہ یہ آیت کریمہ مدینہ منورہ کے ان یہود کے متعلق نازل ہوئی جو کہا کرتے تھے کہ ہمیں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کرنے کی ضرورت نہیں ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں یا ان کفار مکہ کے بارے نازل ہوئی جو خانہ کعبہ میں اپنے بتوں کو سجا کر ان کو سجدہ کرتے اور کہتے ہم ان کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اس قدر واضح مفہوم رکھتی ہے کہ اس کو سمجھنے کے لیے کسی بھی طرح کی دشواری نہیں، آیت میں واضح فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ سے محبت کرنے کا دعوی کرتے ہیں وہ اپنے دعوی میں تبھی سچے ہوں گئے جب حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع و فرمانبرداری کریں گئے اور غلامی مصطفے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار کریں گئے، جب وہ ایسا کریں گئے تو انہیں یہ نعمت ملے گی اللہ بھی ان سے محبت کرے گا، اس طرح وہ محبت وہ قرب الٰہی کی دولت سے مالا مال ہوں گئے اور اگر وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع و فرمانبرداری سے خود کو دور رکھیں گئے تو وہ کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں گئے۔

واسطہ مصطفے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بغیر کوئی شخص بھی محبت الٰہی کی لذتوں سے آشنا نہیں ہو سکتا، اب وہ لوگ اپنی حالت پر غور کریں جو واسطہ مصطفے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1... پارہ 3، آل عمران، آیت 31

وَسَلَّمَ کے بغیر اللہ رب العزت کے ساتھ ناطہ جوڑنا چاہتے ہیں۔

یہود نصاریٰ محبت و اطاعت الٰہی کے جیسے بھی دعوے کرتے رہیں اُن کے اِن دعووں کی کوئی حیثیت نہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اگر ایسا کریں گئے تو نجات پا جائیں گئے، نہیں تو جہنم ان کا ہمیشہ کے لیے ٹھکانہ ہے کیونکہ واسطہ مصطفے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بغیر نہ تو یہ لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتے ہیں اور نہ ہی محبت و قرب الٰہی حاصل کر سکتے ہیں۔

عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: والذي نفس محمد بيده لا يسمع بي أحد من هذه الأمة يهودي ولا نصراني، ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت به إلا كان من أصحاب النار-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہُ عنہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے اس امت سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی اگر اسے میرے بارے میں پتا چلا ہو اور پھر وہ مجھ پر ایمان لائے بغیر فوت ہو جائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔[1]

اطاعت الٰہی اور واسطہ انبیاء کرام:

جو بندے محبت الٰہی کی دولت سے مالا مال ہیں وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ اپنی زندگی اطاعت الٰہی میں گزارتے ہیں اور حقیقی محبت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ بندہ ہر وقت اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں رہے اور یہ واسطہ رسالت کے بغیر ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے بندے سے اپنی اطاعت کے لیے انبیاء کرام کو واسطہ بنایا ہے انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد بیان کرتے

1… صحیح مسلم، باب وجوب الایمان برسالۃ، رقم الحدیث:240

ہوئے مالک کائنات نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے۔(1)

اس آیت میں انبیاء کرام علیہم السّلام کی بعثت کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے وہ جو فرمائیں اسے سچ مانا جائے کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس سے پتا چلا کہ معرفت خداوندی حاصل کرنے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا واحد طریقہ انبیاء کرام علیہم السّلام کے دامن سے وابسط ہونا ہے، دنیا کے اندر کوئی شخص نبی کی اطاعت کے بغیر اطاعت الٰہی نہیں کر سکتا کیونکہ رسول کی اطاعت میں ہی کامیابی ہے، مالک کائنات ارشاد فرماتا ہے

﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴾

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔(2)

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جنت عطا کرے گا۔

﴿وَ مَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾

اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اُسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔(3)

1... پارہ5، سورہ النساء، آیت 64

2... پارہ22، سورہ احزاب، آیت 71

3... پارہ4، سورہ النساء، آیت 13

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ کامیابی اور جنت پانے والے وہ ہی لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزارتے ہیں اور جو اللہ و رسول کی اطاعت سے روگردانی کریں گئے ان کے بارے ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔[1]

یاد رہے اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دو الگ الگ نہیں بلکہ اطاعت رسول صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہی حقیقت میں اطاعت الٰہی ہے اطاعت مصطفٰے صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو چھوڑ کر کوئی اطاعت الٰہی نہیں کر سکتا، اللہ تعالٰی نے اپنی اطاعت کو واسطہ مصطفٰے صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ مختص کر دیا ہے اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ میرے بندوں اگر تم میری اطاعت کر کے مجھے راضی کرنا چاہتے ہو، میرے قرب کی لذت سے آشنا ہونا چاہتے ہو تو میرے محبوب صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو یہ اطاعت حقیقت میں میری اطاعت ہو گی، ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔[2]

رسول کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی، اس پر آجکل کے گستاخ بد

1... پارہ4، سورہ النساء، آیت14

2... پارہ5، سورہ النساء، آیت80

دینوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام کو رب مانا، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بے شک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔[1]

واسطہ کو شرک سے تعبیر کرنے والوں کے باطل قول کا قلع قمع ہو گیا، اطاعت الٰہی اس وقت تک اطاعت نہیں ہو سکتی جب تک واسطہ مصطفے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہ ہو در حقیقت اطاعت مصطفے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی اطاعت الٰہی ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو چھوڑ کر اطاعت الٰہی نہیں کی جا سکتی اور جو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو چھوڑ کر کسی اور راستہ سے اطاعت الٰہی کرنے کی کوشش کرے گا وہ گمراہ تو ہو جائے گا مگر صراط مستقیم پر نہیں چل سکے گا، جہنم میں تو چلا جائے گا مگر کبھی جنت نہیں جا پائے گا، اللہ کا غضب تو حاصل کرلے گا اس کی رضا نہیں پاسکے گا۔

ہم یہاں وہ حدیث نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جسے امام احمد بن حنبل شیبانی نے رحمۃُ اللہِ علیہ نے المسند میں حضرت جابر بن عبدللہ رضی اللہُ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

أن عمر بن الخطاب، أتى النبي صلى الله عليه وسلم بكتاب أصابه من بعض أهل الكتب ، فقرأه على النبي صلى الله عليه وسلم فغضب وقال: " أمتهوكون فيها يا ابن الخطاب، والذي نفسي بيده لقد جئتكم بها بيضاء نقية، لا تسألوهم عن شيء فيخبروكم بحق فتكذبوا به، أو بباطل فتصدقوا به، والذي نفسي بيده لو أن موسى كان حيا، ما وسعه إلا أن يتبعني...

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہُ عنہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس ایک

1... خزائن العرفان، تحت الایۃ

کتاب لائے جو انہیں کسی اہل کتاب سے ملی تھی، حضرت عمر نے اس کتاب کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سامنے پڑھنا جس پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غضب ناک ہو کر فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! کیا تم (یہود و نصاریٰ کی طرح) اس (شریعت) میں حیران ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس روشن و صاف ستھری چیز لایا ہوں پس تم ان (اہل کتاب) سے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھو ورنہ وہ تم کو حق بات بتائیں گئے تو تم اس کو جھٹلاؤ گئے اور باطل بتائیں گئے تو تم اس کی تصدیق کرو گئے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر حضرت موسی علیہ السّلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔[1]

عطاء الٰہی اور واسطہ محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس نے کائنات کو وجود بخشا اور اس میں ذی روح کو پیدا کیا، اشرف المخلوقات کو اس کرہ ارض پر بسایا اور انہیں اپنی لاتعداد نعمتوں سے نوازہ، بلا شک و شبہ ہر ہر نعمت اللہ کی دی ہوئی ہے اور حقیقتاً وہ ہی دینے والا ہے، وہ دیتا ہے مگر اس کی نعمتوں کو بانٹنے والے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں کائنات میں جس کسی کو جو نعمت ملتی ہے وہ بواسطہ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ملتی ہے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

أنا قاسم والله يعطي

میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔[2]

1... المسند، مسند جابر بن عبد اللہ، 23/349، رقم الحدیث:15156

2... صحیح بخاری، باب من یرد اللہ بہ خیر ایفقیہ فی الدین، رقم الحدیث:71

رحمت الٰہی بواسطہ حضور نبی رحمت ﷺ:

اللہ تعالیٰ معبود حقیقی ہے وہ اپنے بندوں کے گناہ بخشنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہے کیونکہ وہ رحیم ہے اور بہت ہی رحم کرنے والا ہے اس کی رحمت ستر ماؤں سے بھی زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے کائنات پر رحمت پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے واسطہ سے کی ہے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔[1]

مفسرین اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت مطلقہ کاملہ عامہ ہے تمام جہانوں کے لیے، عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا رحمت ہونا عام ہے ایمان والے کے لیے بھی اور اس کے لیے بھی جو ایمان نہ لایا، مومن کے لیے تو آپ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لیے آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف و مسخ اور استیصال کے عذاب اٹھا دیئے گئے۔[2]

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: رب کی صفت ہے رب العلمین اور حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کی صفت ہے رحمۃ للعلمین یعنی جس کا خدا پاک رب ہے اس کے لیے حضور علیہ السّلام رحمت ہیں بلکہ یوں کہو کہ ربوبیت الٰہی کا جس کسی کو فیض پہنچا وہ رحمت مصطفی

1... پارہ 17، سورہ الانبیاء، آیت 107

2... خزائن العرفان، تحت الآیۃ

کے صدقے (واسطہ) سے۔[1]

عالم برزخ اور واسطہ حبیب کبریا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

فوت ہونے کے بعد جب بندہ عالم دنیا سے عالم برزخ میں منتقل ہوتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں جو اس سے تین سوال کرتے ہیں

پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ بتا تیرا رب کون ہے؟

دوسرا سوال یہ کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟

اور تیسرا یعنی آخری سوال رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے متعلق پوچھتے ہیں کہ دنیا میں تو اس برگزیدہ ہستی کے بارے کیا کہا کرتا تھا؟

فوت ہونے والا اپنے مذہب کے مطابق جواب دیتا ہے مسلمان اللہ کے فضل سے صحیح جوابات دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے جبکہ کافر و منافق سوالوں کے جوابات نہیں دے پاتا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے پہلے دو سوالوں کے جوابات صحیح دے دیئے مگر تیسرا سوال جو کہ حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کی ذات سے متعلق ہے اس کا صحیح جواب نہ دے سکا تو پھر جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے گویا عالم برزخ میں نجات کا پروانہ بھی ذات مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے واسطہ سے ملے گا، دنیا میں جس کا تعلق حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ عشق و محبت بھرا ہو گا اور اکثر اس کی زبان پر اس طرح کے الفاظ رہے ہوں گئے

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی | سب سے بالا و والا ہمارا نبی

تو اس عشق و محبت کی بناء پر وہ صحیح جواب دینے میں کامیاب ہو جائے گا مگر جن لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے اور ان کی ساری زندگی کمالات مصطفے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو

1... شان حبیب الرحمن، ص 133

چھپانے اور ذات مصطفے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بے ادبی و گستاخی میں گزر گئی وہ درست جواب نہ دے سکیں گئے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ عالم برزخ میں حضور تاجدار کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے متعلق پوچھا جانے والا سوال ہی فیصلہ کن ہوگا کہ جس نے یہ جواب صحیح دے دیا اس نے نجات پائی اور جو نہ دے سکا وہ عذاب میں گرفتار ہوگا، اس حوالہ سے یہاں دو احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أنه حدثهم:أن رسول صلى الله عليه وسلم قال: (إن العبد إذا وضع في قبره، وتولى عنه أصحابه، وإنه ليسمع قرع نعالهم، أتاه ملكان، فيقعدانه فيقولان: ما كنت تقول في الرجل، لمحمد صلى الله عليه وسلم، فأما المؤمن فيقول: أشهد أنه عبد الله ورسوله، فيقال له: انظر إلى مقعدك من النار، قد أبدلك الله به مقعدا من الجنة، فيراهما جميعا، وأما المنافق والكافر فيقال له: ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول: لا أدري، كنت أقول ما يقول الناس، فيقال: لا دريت ولا تليت، ويضرب بمطارق من حديث ضربة، فيصيح صيحة، يسمعها من يليه غير الثقلين-

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بندے کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے دوست احباب اس سے واپس لوٹ آتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں اور اس کو بٹھا لیتے ہیں اور کہتے ہیں تو اس شخص محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے کیا کہتا تھا؟ مومن کہے گا وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اُس سے کہا جائے گا تو آگ میں اپنا ٹھکانہ دیکھ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے تیرا ٹھکانہ جنت میں بنا دیا ہے اور وہ جنت و جہنم دونوں کو دیکھتا ہے۔ اور منافق و کافر سے کہا جاتا ہے تو اس عظیم ذات کے متعلق دنیا میں کیا کہتا تھا؟ وہ کہے گا معلوم نہیں جو لوگ کہتے تھے

میں بھی وہ ہی کہتا تھا اور اس سے کہا جاتا ہے تو نے نہ جانا اور نہ قرآن پڑھا اور اس کو لوہے کے ڈنڈے سے مارا جاتا ہے اور وہ چینختا چلاتا ہے (اس کی چینخ کو) انسان اور جن کے علاوہ اس کے قریب والے سب سنتے ہیں۔[1]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّ الْمَيِّتَ يَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ، فَيُجْلَسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فِي قَبْرِهِ، غَيْرَ فَزِعٍ، وَلَا مَشْعُوفٍ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: فِيمَ كُنْتَ؟ فَيَقُولُ: كُنْتُ فِي الْإِسْلَامِ، فَيُقَالُ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَصَدَّقْنَاهُ، فَيُقَالُ لَهُ: هَلْ رَأَيْتَ اللَّهَ؟ فَيَقُولُ: مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَرَى اللَّهَ، فَيُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ، فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَا وَقَاكَ اللَّهُ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ، فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا، وَمَا فِيهَا، فَيُقَالُ لَهُ: هَذَا مَقْعَدُكَ، وَيُقَالُ لَهُ: عَلَى الْيَقِينِ كُنْتَ، وَعَلَيْهِ مُتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب آدمی قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو نیک آدمی قبر میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور اسے کوئی خوف اور گھبراہٹ نہیں ہوتی پھر اس سے پوچھا جاتا ہے تو کس دین پر تھا؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں دین اسلام پر تھا۔ اس سے پوچھا جاتا ہے کہ اس عظیم ہستی (محمد صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟ وہ جواب دیتا ہے آپ محمد رسول اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہیں جو اللہ کے پاس سے ہماری جانب واضح دلائل لے کر آئے اور ہم نے ان کی تصدیق کی پھر اس شخص سے دریافت کیا جاتا ہے تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کیا کوئی اللہ کو دیکھ سکتا ہے؟ پھر اس کے لیے دوزخ کا ایک دریچہ کھول دیا جاتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ آگ آگ کو کھا

1... صحیح بخاری، باب ماجاء فی عذاب القبر، رقم الحدیث:1308

رہی ہے اس سے کہا جائے گا دیکھ یہی وہ مقام تھا جس سے اللہ نے تجھے بچایا ہے پھر ایک دریچہ جنت کی جانب کھولا جائے گا تو وہ اس کی تروتازگی اور خوبصورتی کو دیکھے گا اور اس سے کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے تو دنیا میں بھی یقین اور ایمان پر تھا اور اسی پر تیری موت واقع ہوئی ہے اور اسی یقین و ایمان پر ان شاء اللہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا...... [1]

میدان حشر اور واسطہ سید البشر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

میدان محشر کی ہولناکیاں اور سختیاں کسی بھی مسلمان سے مخفی نہیں، پچاس ہزار سالہ یہ دن اس قدر شدید ہو گا کہ جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، زمین تانبے کی اور سورج سوا میل کے فاصلے پر آگ برسا رہا ہو گا، یہی وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ اس قدر جلال میں ہو گا کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنے جلال میں آیا تھا اور نہ بعد میں آئے گا۔ اس دن کی سختیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے لوگ مختلف انبیاء کرام علیہمُ السّلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گئے اور عرض کریں گئے کہ ہمارے رب سے ہماری سفارش کر کے جلد حساب و کتاب سے فارغ کروا دیجیئے مگر تمام انبیاء علیہمُ السّلام میں سے کوئی بھی تیار نہ ہو گا، سوائے حضور نبی رحمت، شفیع امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ اقدس میں جب لوگ حاضر ہوں گئے تو حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام انہیں کسی اور نبی کی بارگاہ میں نہیں بھیجیں گئے بلکہ خود بارگاہ الٰہی میں سر بسجود ہو جائیں گئے اور لوگوں کے حق میں شفاعت کریں گئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت سے سلسلہ حساب و کتاب شروع ہو جائے گا۔

قرآن اور احادیث میں اخبار متواترہ سے قیامت کے احوال بڑی وسعت اور تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ہم نے یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ چند سطروں میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قیامت کے دن بندوں اور رب کے درمیان واسطہ

1... سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر القبر والبلی، رقم الحدیث:4268

عظمٰی ہوں گئے اور آپ ہی کی شفاعت سے حساب وکتاب کا سلسلہ شروع ہو گا اس پر ایک آیت اور تین احادیث پیش خدمت ہیں۔

﴿عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔[1]

1)حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قال النبي صلى الله عليه وسلم ...إن الشمس تدنو يوم القيامة، حتى يبلغ العرق نصف الأذن، فبيناهم كذلك استغاثوا بآدم، ثم بموسى، ثم بمحمد صلى الله عليه وسلم...فيشفع ليقضى بين الخلق،فيمشي حتى يأخذ بحلقة الباب، فيومئذ يبعثه الله مقاما محمودا، يحمده أهل الجمع كلهم-

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: قیامت کے دن سورج قریب آجائے گا یہاں تک کہ پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا وہ (لوگ)اسی حال میں حضرت آدم پھر حضرت موسیٰ اور پھر حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس فریاد لے جائیں گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سفارش کریں گئے تاکہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے، آپ تشریف لے جائیں گئے یہاں تک کے آپ جنت کے دروازہ کا حلقہ پکڑ لیں گئے اور اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر جلوہ افروز کرے گا اور اس کی تمام محشر والے تعریف کریں گئے۔[2]

2)آدم بن علی سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو

1... پارہ15، سورہ بنی اسرائیل، آیت79

2... صحیح بخاری، باب من سال الناس تکثرا، رقم الحدیث:1405

کہتے ہوئے سنا:

إن الناس يصيرون يوم القيامة جثا، كل أمة تتبع نبيها يقولون: يا فلان اشفع، حتى تنتهي الشفاعة إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فذلك يوم يبعثه الله المقام المحمود.

قیامت کے دن لوگ جماعت جماعت ہوں گئے ہر گروہ وہ اپنے نبی کی اتباع کرے گا، لوگ کہیں گئے اے فلاں! ہماری شفاعت کر، حتیٰ کہ شفاعت کا سوال نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک پہنچے گا لہذا یہ وہ ہی دن ہے کہ اللہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔[1]

3) حضرت انس رضی اللہُ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

إذا كان يوم القيامة ماج الناس بعضهم إلى بعض. فيأتون آدم فيقولون له: اشفع لذريتك. فيقول: لست لها. ولكن عليكم بإبراهيم عليه السلام. فإنه خليل الله. فيأتون إبراهيم. فيقول: لست لها. ولكن عليكم بموسى عليه السلام. فإنه كليم الله. فيؤتى موسى فيقول: لست لها. ولكن عليكم بعيسى عليه السلام فإنه روح الله وكلمته. فيؤتى عيسى. فيقول: لست لها. ولكن عليكم بمحمد صلى الله عليه وسلم. فأوتى فأقول: أنا لها. فأنطلق فأستأذن على ربي. فيؤذن لي. فأقوم بين يديه. فأحمده بمحامد لا أقدر عليه الآن. يلهمينه الله. ثم أخر له ساجدا. فيقال لي: يا محمد! ارفع رأسك. وقل يسمع لك. وسل تعطه. واشفع تشفع. فأقول: رب! أمتي. أمتي. فيقال: انطلق. فمن كان في قلبه مثقال حبة من

1... صحیح بخاری، باب عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا، رقم الحدیث: 4441

برة أو شعيرة من إيمان فأخرجه منها. فأنطلق فأفعل. ثم أرجع إلى ربي فأحمده بتلك المحامد ثم أخر له ساجدا. فيقال لي: يا محمد! ارفع رأسك. وقل يسمع لك. وسل تعطه. واشفع تشفع. فأقول: أمتي. أمتي. فيقال لي: فمن كان في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان فأخرجه منها. فأنطلق فأفعل......

قیامت کے دن لوگ بھاگ بھاگ کر ایک دوسرے کے پاس جائیں گئے، پہلے یہ حضرت آدم علیہ السّلام کے پاس آئیں گئے اور ان سے یہ درخواست کریں گئے کہ اپنی اولاد کی شفاعت کریں تو حضرت آدم علیہ السّلام جواب دیں گئے (فی الحال) میں ایسا نہیں کر سکتا تمعیں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس جانا چاہیے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں لوگ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس آئیں گئے وہ بھی یہی جواب دیں گئے (فی الحال) میں ایسا نہیں کر سکتا تم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں ان کے پاس آئیں گئے تو وہ بھی یہی کہیں گئے (فی الحال) میں یہ نہیں کر سکتا تم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں لوگ ان کے پاس آئیں گئے تو وہ بھی یہی کہیں گئے (فی الحال) میں یہ نہیں کر سکتا تم حضرت محمد صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے پاس جاؤ۔

نبی اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں لوگ میرے پاس آئیں گئے تو میں کہوں گا أنا لها میں ہی یہ کروں گا۔

پھر میں اپنے پروردگار سے اجازت مانگوں گا مجھے اجازت مل جائے گی تو میں اس کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر اس کی ایسی حمد بیان کروں گا جو میں بھی اِس وقت بیان نہیں کر سکتا، حمد کے وہ کلمات اللہ تعالیٰ اُس وقت مجھ پر الہام فرمائے گا پھر میں اس کے سامنے سجدے میں چلا جاؤں گا، مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، کہیے مانا جائے گا، مانگو دیا جائے گا، شفاعت کرو قبول کی جائے گی تو میں کہوں گا میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے

تو حکم ہو گا جاؤ اور جس کے دل میں گندم یا جو کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے جہنم میں سے نکال لو میں جاؤں گا (اور ایسا ہی کروں گا)۔[1]

روز محشر جب ہر ایک کو اپنی فکر ہو گی اور مخلوق محشر کی سختیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہو گی اور بارگاہ خداوندی میں وسیلہ وواسطہ پیش کرے گی تو اس وقت بھی صرف ایک واحد ذات حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کی ہو گی جو کہ مخلوق اور رب کے درمیان واسطہ عظمیٰ ہو گی حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے واسطہ سے ہی اللہ تعالیٰ مخلوق کا حساب وکتاب شروع کرے گا۔

جو لوگ آج اس دنیا میں واسطہ ذات مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا انکار کرتے ہیں روز محشر یہ بھی حضور علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کی بھیک مانگیں گئے اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہی بارگاہ خداوندی میں واسطہ بنائیں گئے، اس دن ان لوگوں کی حالت دیکھنے کے قابل ہو گی۔

واسطہ اعمال صالحہ

اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے، مشکلات سے نجات اور حصول حاجات کے لیے جس طرح انبیاء کرام علیہمُ السّلام اور اولیاء وصالحین وسیلہ اور واسطہ ہیں اسی طرح اعمال صالحہ بھی ہیں۔

وسائطہ اعمال صالحہ جتنے بھی ہیں وہ سب کے سب ذات مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ کوئی بھی صالح عمل اس وقت تک درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتا جب تک آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لایا جائے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان

---

1 ... صحیح مسلم، ادنی اہل الجنۃ منزلۃ فیھا، رقم الحدیث:326

رکھتے ہوئے جو اعمال کیے جائیں وہ ہی بارگاہ خداوندی میں قبول ہوتے ہیں۔

مدد الٰہی بواسطہ نماز وصبر:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشکل وقت پر نماز اور صبر کے واسطہ سے مدد مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ﴾

اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔[1]

اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں ہے کہ اے مسلمانو تم رضائے الٰہی کے حصول اور اپنی حاجتوں کی تکمیل میں صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

سبحان اللہ کیا پاکیزہ تعلیم ہے صبر کی وجہ سے (واسطہ) سے قلبی قوت میں اضافہ ہے اور نماز کی برکت (واسطہ) سے اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں پریشانیوں کو برداشت کرنے اور انہیں دور کرنے میں سب سے بڑی معاون ہیں۔[2]

قرب الٰہی بواسطہ نوافل:

فرائض کے بعد نفلی عبادات بھی رضائے الٰہی اور قرب الٰہی کے حصول میں بہت مددگار ثابت ہوتی ہیں ان عبادات میں نفلی نماز کو ایک منفرد اہمیت حاصل ہے بطور خاص اس عمل کی فضیلت اور فیوض وبرکات کو ذکر کیا گیا ہے جب بندہ ادائیگی فرائض کے بعد نوافل کی کثرت کرتا ہے نوافل کے واسطہ کے ساتھ اس کو قرب الٰہی کا ایک خاص مقام حاصل ہوتا ہے جسے حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا: چنانچہ

1... پارہ 1، سورہ بقرہ، آیت 45

2... صراط الجنان، 1/ 124

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إن الله قال: من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب، وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه، وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه......

رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں۔[1]

پرہیز گاری بواسطہ روزہ:

ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن روزہ بھی ہے رضائے الٰہی اور تقوی و پرہیز گاری کے حصول کے لیے روزہ بھی ایک اعلی عبادت ہے مسلمانوں پر ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں روزوں کی فرضیت کا مقصد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔[2]

آیت مذکورہ میں روزے فرض کرنے کا مقصد پرہیز گاری بیان کیا گیا ہے پرہیز گاری بہت بڑی نعمت ہے پرہیز گار بندہ ہی اللہ کی بارگاہ میں عزت والا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾

1... صحیح بخاری، باب التواضع، رقم الحدیث: 6137

2... پارہ 2، سورہ بقرہ، آیت 183

بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔[1]

اور پرہیز گاروں کے لیے ہی آخرت میں نجات کی خوشخبری ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ﴾

اور اللہ بچائے گا پرہیز گاروں کو اُن کی نجات کی جگہ۔[2]

مومنین روزہ کے واسطہ سے پرہیز گاری حاصل کرتے ہیں اور پرہیز گاری کے واسطہ سے بندہ رضائے الٰہی اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کو حاصل کر لیتا ہے، تقویٰ و پرہیز گاری اور متقین کی قرآن و حدیث اور اقوال بزرگان دین میں بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا:

يا رسول الله، من أكرم الناس؟ قال: أتقاهم

یارسول اللہ سب سے زیادہ با عزت کون ہے؟ آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: سب سے زیادہ متقی۔[3]

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

تم پر تقویٰ لازم ہے کہ بے شک یہ تمام بھلائیوں کا جامع ہے۔[4]

حضرت ابو الحسین زنجانی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں جس شخص کا سرمایہ تقویٰ ہو اس کے

1... پارہ26، سورہ حجرات، آیت 13

2... پارہ24، سورہ زمر، آیت 61

3... صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ، واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، رقم الحدیث:3175

4... رسالہ قشیریہ

نفع کے بیان سے زبانیں عاجز ہیں۔[1]

تکمیل حاجات بواسطہ دعا:

اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے وہ قادر مطلق ہے اس کے ارادوں میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا، اس کے علم کی کوئی انتہاء نہیں وہ ہر کھلی، چھپی، ہونی ان ہونی کو جانتا ہے، اپنے بندوں کے دلی خیالات اور وسوسوں تک کو جانتا ہے بندے جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور جو کچھ سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں ان سب کو جانتا ہے اس کے علم میں ہے کہ اس کا بندہ کس مصیبت و پریشانی میں گرفتار ہے اور اس کی حاجت کیا ہے اب اگر وہ چاہتا تو اپنے بندے کو بغیر اس کے سوال کیے اسے عطا کر سکتا تھا اس کی حاجت کو پورا کر سکتا تھا اور اس کی پریشانی و مشکلات کو دور کر سکتا تھا مگر وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ اس نے اپنے بندوں کو دعا کی تعلیم دی کہ جب انہیں کوئی غم و دکھ، مصیبت و پریشانی لاحق ہو ان کی کوئی جائز حاجت ہو تو وہ دعا کریں اور بواسطہ دعا اپنی مرادوں میں کامیابی حاصل کریں۔ مالک کائنات نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ ﴾

مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔[2]

دعا کے متعلق اس کے علاوہ بھی آیات قرآنی موجود ہیں اور اس سلسلہ میں کثیر احادیث بھی موجود ہیں جن میں سے دو احادیث ہم یہاں نقل کرتے ہیں

1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِالدُّعَاءِ۔

1... رسالہ قیشریہ، ص220

2... پارہ24، سورہ مومن، آیت 60

رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا دعا ہر مصیبت کو رفع کرتی ہے جو آئی ہو یا نہ آئی ہو، اے اللہ کے بندو! خود پر دعا کو لازم کر لو۔[1]

2) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَسْأَلْ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى يَسْأَلَ شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے رب سے حاجتوں کو طلب کرے یہاں تک کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس کے بارے میں بھی۔[2]

خلاصہ کلام:

ہماری اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ وسیلہ کی طرح واسطہ بھی شرک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان انبیاء کرام علیہم السّلام واسطہ ہیں اور ہمارے حضور نبی مکرم، نور مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ واسطہ عظمیٰ ہیں کہ آپ کا دامن تھامے بغیر بندہ بارگاہ الٰہی تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈالے بغیر جو کوئی عبادت یا دیگر بھلائی کے کام کرے گا اس کی نہ عبادات قبول ہوں گی اور نہ دیگر اعمال صالحہ، اسی طرح حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی غلامی و اطاعت میں ہی کیے گئے نیک اعمال قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے واسطہ ہیں۔

ہماری اس مختصر تالیف سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ وسیلہ اور واسطہ شرک نہیں بلکہ تعلیمات اسلام کا ایک حصہ ہیں اور الحمد اللہ 25 ربیع الآخر 1435ھ کو یہ رسالہ مکمل ہوا۔

1... سنن ترمذی، رقم الحدیث: 3548

2... ایضاً

ابو الابدال محمد رضوان طاہر فریدی کی تصانیف و تالیفات

1 . الاصول المتعارفہ لرفع التعارض بین الاحادیث المتعارضہ
2 . برصغیر کے علماء اہلسنت کی خدمات احادیث
3. احیاء حدیث، وقت کا تقاضہ
4 . احیاء مخطوطات، وقت کا تقاضہ
5 . القول العالیہ فی ذکر المعاویہ
6 . مکالمہ بین الوہابی والسنی
7 . کلام مبین علی مسئلہ تکفیر و متکلمین
8 . اسلام میں علماء کا مقام
9 . گناہوں سے توبہ اور اس کی شرائط
10. امام اعظم ابو حنفیہ جامع الصفات شخصیت
11. تذکرہ امام اعظم ابو حنیفہ
12. میں نے درس نظامی کیوں کی؟
13. پاک و ہند کے مفسرین اہل سنت اور ان کی تفسیریں
14. ملت اسلامیہ اور اقوام متحدہ
15. فیس بک کا استعمال مقاصد اور احتیاتیں
16. امام احمد رضا خان، میری نظر میں
21 . مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
22 . لاحاصل (شعری مجموعہ)
23 . التوسل بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم
24 . مشاہیر اہل سنت پر کتب، تعارف و تبصرہ
25 . مجرب نسخے
26. علم التاریخ: اصول و مبادیات
27. تعارف فیض ملت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی
28. ضلع اوکاڑہ، تاریخ و تعارف
29. قواعد التصنیف
30. ترک نماز کی سزائیں
31. فلم زندگی تماشہ ہر صورت بند ہونی چاہیے
32. وسیلہ اور واسطہ
33. تاریخ اصول حدیث
34. رسائل اصول حدیث (جلد اول)
35. احکام النساء
36. قیمتی لمحات
37. بارہ کبیرہ گناہ
38. الخصائص النبویہ

17. مقالات و مضامین

18. فضائل آفات

19. فضائل مسواک

20. مولد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

39. نوجوانوں کی حکایات

40. تذکرۃ الخواص

41. اربعین طاہریہ

42. مقالات طاہریہ